سوکھے پتے



ناول

عائشہ بشیر

سوکھے پتے

"Young professional of the year award goes to Aabish Randhawa"

جرمنی کے دارالحکومت اور سب سے بڑے شہر برلن میں آج بزنس اور ہوٹلز ایوارڈز کی تقریب منعقد تھی۔ یہ تقریب سال میں ایک بار ہی ہوتی ہے۔ وہ اس وقت اپنے آفس میں بیٹھی کام کر رہی تھی جب اس کو تقریب کے کارڈ موصول ہوئے۔ جہاں لکھا تھا کہ وہ ایوارڈ کے لیے نومینیٹڈ ہے۔ وہ حیرت کے مارے دنگ رہ گئی کیونکہ اس کو ابھی اس کام میں دو سال ہی ہوئے تھے جبکہ اس سے زیادہ تجربہ کار کچھ لوگ تھے اس شعبہ میں جو ابھی تک اس طرح کی کامیابی حاصل نہیں کر پائے تھے۔ وہ حیرت و خوشی کی ملی جلی کیفیات میں گھری آفس سے نکلی اور گاڑی میں بیٹھ کر گھر کی طرف چل پڑی وہ یہ خبر سب سے پہلے اپنے بابا کو بتانا چاہتی تھی۔۔۔۔

اور اب جب یہ ایوارڈ اس کو ملا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔۔۔ دوسری طرف ہوسٹ اس کے بارے میں کہہ رہا تھا۔۔۔

"لیڈیز اینڈ جینٹلمین ہم آپ کو بتاتے چلیں کہ مس آبش رندھاوا اس پروفیشن کی سب سے زیادہ ینگ کامیاب لیڈی ہیں۔انہوں نے اپنا سٹارٹ دو سال پہلے لیا اور بہت کم وقت میں کامیابی حاصل کی۔پورے برلن شہر میں انکا ہوٹل سب سے زیادہ مشہور ہے۔"

"Ladies and gentlemen put your hands together for Miss Aabish Randhawa"

تالیوں کی گونج میں وہ سٹیج پر آئی اور ایوارڈ وصول کیا۔وہ ایوارڈ کو تھوڑی دیر دیکھتی رہی پھر سر اٹھا کر نم آنکھوں سے اپنے بابا کو دیکھا اور مسکرائی۔لیکن یہ مسٹر رندھاوا ہی جانتے تھے اس مسکراہٹ میں کتنی اداسی تھی۔وہ بھی جواباً مسکرائے اور اس کی حوصلہ افزائی کی۔۔وہ مائیک کی طرف آئی۔۔۔

"گڈ ایوننگ ایوری ون"

ہوسٹ کی طرف دیکھ کر کہا

"مسٹر جونز آپ کے الفاظ کے شکریہ"

پھر کہنا شروع کیا

"اس ایورڈ کے لیے شکریہ۔۔۔میں یہ ایوارڈ اپنے بابا، ماما اور بھائی ڈیڈیکیٹ کرنا چاہوں گی۔۔۔۔بابا میں نے اگر آج یہ ایوارڈ جیتا ہے تو یہ صرف آپ کی وجہ سے ممکن ہوا ہے۔۔۔۔۔۔آج میں جہاں ہوں جس سٹیج پر ہوں یہ صرف آپ کی وجہ سے ہے۔۔۔۔۔اگر آپ نہ ہوتے تو آبش آج کہیں نہیں ہوتی۔۔۔۔۔۔میرے بابا نے ہمیشہ مجھے مشکلات سے بھاگنے کی بجائے ڈٹ کر ان کا مقابلہ کرنا سکھایا ہے۔۔۔۔۔میرے بابا نے مجھے "آج" میں رہنا سکھایا ہے۔۔۔۔آپ دنیا کے سب سے اچھے باپ ہیں بابا آبش آپ سے بہت محبت کرتی ہے۔۔۔۔۔میں نے ایک دفعہ کہیں پڑھا تھا۔۔۔۔زندگی خود کو ڈھونڈنے کا نام نہیں زندگی خود کو بنانے کا نام ہے۔۔۔۔میں نے اس پر عمل کیا اور خود کو بنایا اور یہ ایوارڈ میری کامیابی کا ثبوت ہے۔۔۔۔تھینک یو سو مچ"

بے شمار تالیوں کی گونج میں وہ نیچے آ گئی اور اپنے بابا کے پاس بیٹھ گئی۔مسٹر رندھاوا نے اس ساتھ لگا کر

شاباش دی اور کہا "میری بہادر بیٹی مجھے تم پر فخر ہے"

تقریب کے اختتام اور سب کی مبارک وصول کرنے کے بعد وہ گھر آ گئے۔

☆......☆......☆

ڈرائیور نے "رندھاوا ریزیڈینس" کے سامنے ہارن دیا تو گارڈ نے مستعدی سے گیٹ کھول دیا۔ رندھاوا ریزیڈینس اس وقت روشنیوں میں نہلایا ہوا تھا۔۔۔ وہ گاڑی سے اتری تو مسز رندھاوا نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگایا اور مبارک دی۔ وہ طبیعت کی خرابی کے باعث نہیں جا پائیں تھیں۔۔۔۔

"مجھے پتا تھا میری بیٹی ہی یہ ایوارڈ جیتے گی"

ان کے لہجے میں محسوس کی جانے والی خوشی تھی۔۔

"جی مما یہ سب آپ کی دعاؤں کی وجہ سے ہوا ہے" اس نے ماں کو کریڈٹ دیا۔

مسز رندھاوا نے غور سے اپنی بیٹی کو دیکھا کھلا رنگ، سیاہ چمکدار آنکھیں جن میں جھیل سی گہرائی تھی، پتلی ناک، گلابی ہونٹ، سیاہ بال جو ہر وقت حجاب میں رہتے تھے اور بائیں آنکھ کے پاس تل جو سب کی توجہ اپنی جانب کھینچتا تھا۔۔۔

اس کا چہرہ ان چہروں میں سے تھا جس پر ایک دفعہ نظر ڈال لیں تو نظر ہٹانا مشکل لگے۔۔۔ اس کی شخصیت میں ایک کشش تھی۔۔۔ اس وقت بھی وہ سیاہ میکسی میں ملبوس پر وقار لگ رہی تھی۔۔۔۔

"کیا دیکھ رہی ہیں مما؟"

ان کو یک ٹک اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ جھجل ہو گئی

"دیکھ رہی ہوں کہ میری بیٹی کتنی پیاری لگ رہی ہے"

انہوں نے اس کا چہرہ تھام کر کہا۔۔

"آپ بھی بہت اچھی لگ رہی ہیں اب اندر چلیں"

وہ اندر چلیں گئیں جبکہ مسٹر رندھاوا کال آنے پر لان کی طرف چلے گئے۔۔۔۔

☆......☆......☆

آفس کا عملہ اس وقت ست روی سے کام کر رہا تھا کیونکہ خلاف معمول ان کا باس ابھی تک نہیں آیا تھا اور ایسا پہلی بار ہو رہا تھا۔ ورنہ تو یہ تو پورا عملہ جانتا تھا کہ ان کا باس ٹائم اور رولز کا بہت سخت تھا۔۔۔

"تو بلآخر سر آج لیٹ ہو ہی گئے"

کرسٹینا نے جان کو دیکھ کر کہا

"سر کبھی بھی لیٹ نہیں ہوں گے وہ ہمیشہ اپنے وقت پر آتے ہیں"

کیتھی نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کیونکہ وہ اپنے باس کی گاڑی آتے دیکھ چکی تھی۔۔۔۔

وہ اپنی سیاہ چمچماتی بی ایم ڈبلیو سے نکل کر مغرورانہ چال چلتے ہوئے آفس کی بلڈنگ میں داخل ہوا۔۔۔

برانڈڈ بلیک ڈنر سوٹ اور برانڈڈ شوز، بلیک براؤن بالوں کا جدید ہیئر اسٹائل، امبر رنگ آنکھوں پر سیاہ گاگلز، کھڑی مغرور ناک، سفید چہرے پر ہلکی سٹبل چھ فٹ سے زیادہ قد وہ سحر زدہ شخصیت کا مالک تھا۔۔۔

ہر کوئی اس کے سحر میں گرفتار ہو جاتا تھا۔۔۔ وہ ہر جگہ اور ہر موقع پر سراہا گیا تھا۔۔۔

وہ کسی ریاست کے مغرور شہزادے کی طرح چلتا ہوا آیا اور سیکرٹری کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا اپنے آفس میں چلا گیا۔۔۔

کیتھی بھاگ کر اپنے کیبن گئی اور فائلز اٹھا کر چل پڑی۔۔۔ آفس کا دروازہ ناک کر کے اجازت ملنے کے بعد اندر داخل ہوئی جہاں سیم اپنے لیپ ٹاپ پر مصروف ہو چکا تھا۔۔۔

"سر فائلز میں نے ریڈی کر دی ہیں آپ چیک کر کے سائن کر دیں"

کیتھی نے فائلز ٹیبل پر رکھ دیں۔۔۔ سیم نے لیپ ٹاپ سے توجہ ہٹا کر فائلز کو چیک کیا اور سائن کر دیں۔۔۔۔

"میٹنگز کا شیڈول کیا ہے آج؟"

نظریں دوبارہ لیپ ٹاپ پر جمائے اس نے پوچھا

"سر میٹنگ آج کوئی نہیں ہے لیکن مسٹر میکس نے لنچ کا کہا تھا اور یہ بھی کہ 2 بجے پہنچ جائیں ورنہ وہ اٹھا کر لے جائیں گے"

"او کے تم یہ فائلز لے جاؤ اور سمٹ کر دو"

میکس اس کا بیسٹ فرینڈ تھا مانچسٹر میں اس کا سب سے پہلا دوست میکس ہی تھا ان کا ساتھ بہت پرانا تھا اور اس ساتھ کو قائم رکھنے میں زیادہ ہاتھ میکس کا ہی تھا۔۔۔

دوستی کا ہاتھ بھی میکس نے ہی اس کی طرف بڑھایا تھا وہ سیم کی پرسنیلٹی سے متاثر ہوا تھا۔۔۔وہ پہلا انگریز تھا جو آدم بیزار تھا۔۔۔وہ مشرق و مغرب کا ملاپ تھا لیکن مغرب کا اثر زیادہ غالب آیا تھا

سیم کو آتے دیکھ کر وہ یہ سب سوچ رہا تھا۔۔۔

"مسٹر میکس اب گھورنا بند کرو میں آ گیا ہوں اور یہ حقیقت ہے" سیم نے اس پر چوٹ کی کیونکہ وہ کئی بار اس کو لنچ پر انوائیٹ کر چکا تھا لیکن مصروفیات کی وجہ سے وہ انکار کر دیتا تھا

"اوہ! میں سمجھا آج بھی خواب ہی دیکھ رہا ہوں کیونکہ ساری دنیا کا کام مسٹر سیم ہی تو کر رہے ہیں"

میکس کہاں باز رہنے والا تھا وہ تو جل بھن ہی گیا تھا۔۔۔اس نے ویٹر کو بلایا اور آرڈر نوٹ کرایا۔۔۔ہلکی پھلکی گپ شپ میں انہوں نے لنچ کیا۔۔۔

"جارج نے کال کی تھی مجھے ناراض ہو رہا تھا تم ایوارڈ سیریمنی میں نہیں آئے"

میکس نے کل ہونے والے برلن کے ایوارڈ سیریمنی کے اونر سے ہونے والی بات سیم کو بتائی۔۔۔

کافی پیتے سیم کا رنگ پل بھر میں تبدیل ہوا لیکن جلد ہی خود کو سنبھال لیا۔۔۔کافی کا خالی مگ ٹیبل پر رکھا اور جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا

"کیونکہ مجھے برلن سے نفرت ہے"

جانے سے پہلے واضح الفاظ میں کہا اور اپنے پیچھے ششدر میکس کو چھوڑ کر چلا گیا۔۔۔

میکس حیرت زدہ تھا کیونکہ برلن سیم کا پیدائشی شہر تھا مانچسٹر میں تو وہ دس سال پہلے آیا تھا اور یہیں پر سیٹل ہو گیا۔۔۔وہ حیران تھا اپنے آبائی شہر سے کیسے نفرت ہو سکتی ہے۔۔۔۔ایسا کیا ہوا تھا کہ سیم اپنے آبائی شہر سے نفرت کرنے لگ گیا تھا؟

☆......☆......☆

رندھاوا ریذیڈنس میں اس وقت روشنیوں کا طوفان اُمڈ آیا تھا۔مسٹر رندھاوا نے آبش کے ایوارڈ جیتنے کی خوشی میں پارٹی آرگنائز کی تھی جس میں ان کے بزنس پارٹنرز، دوست احباب اور آبش کے ہوٹل کے کچھ لوگ انوائیٹ تھے۔۔۔۔۔۔

وہ سیاہ لانگ فراک میں ملبوس مصنوعی خوبصورتی سے پاک نظر لگ جانے کی حد پیاری لگ رہی تھی۔۔۔۔

وہ مہمانوں کے ساتھ مصروف تھی جب گارڈ نے آکر اطلاع دی کہ میڈیا کے کچھ لوگ اس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔۔وہ مہمانوں سے معذرت کرتی اس طرف آگئی جہاں رپورٹرز بیٹھے ہوئے تھے۔۔۔۔۔

"کانگریٹس مس آبش آپ کے ایوارڈ اور آپ کے ہوٹل کے کامیاب ترین جانے کے لیے"

"آپ سب کا شکریہ"

مبارک کے بعد انہوں نے سوالات کا آغاز کیا۔۔۔

"مس آبش چونکہ یہ سب ہی جانتے ہیں کہ آپ اس پروفیشن ابھی نئی ہیں اور آپ نے بہت جلد اپنا آپ منوا ہے اس پروفیشن میں تو اس کامیابی کا راز کیا ہے اور آپ کیسا محسوس کر رہیں ہیں؟"

اس نے صحافی کے سوال کو غور سے سنا اور کہنا شروع کیا۔۔۔۔

"دیکھیں دنیا کے جتنے بھی کامیاب ترین انسان ہیں آپ ان میں سے جس بھی اس کی کامیابی راز پوچھیں گے تو آئی تھنک آپ کو یہی جواب ملے گا عظم، محنت و لگن اور آپکی قسمت۔۔۔رہی بات کیسا محسوس کر رہی ہوں تو ہر انسان اپنی کامیابی پر خوش ہوتا ہے میں بھی ہوں"

"ہم نے دیکھا ہے کہ کچھ لوگ جو نئے ہوتے ہیں کسی بھی پروفیشن میں لے لیں وہ اپنا سٹارٹ کم سے زیادہ کی طرف لیتے اگر ہوٹلنگ کی بات کی جائے تو ٹو سٹار سے یا تھری سٹار ہوٹل سے کرتے ہیں آپ نے ڈائریکٹ فائیو سٹار ہوٹل سے سٹارٹ لیا کیا یہ اوور کانفیڈینس نہیں تھا؟اور کیا آپ کو یہ گمان نہیں ہوا کہ اگر ہوٹل کامیاب نا ہوا تو آپ کا کتنا loss ہوگا؟"

دوسرے صحافی نے سوال کیا۔۔۔۔

"آپ نے بالکل ٹھیک کہا یہ ایک بہت اچھا سٹیپ ہے اور دانشمندی اسی میں ہے کہ ہم کم سے زیادہ کی

طرف جائیں اور ہوتا بھی ایسا ہی ہے انسان ترقی کم سے زیادہ کی طرف ہی کرتا ہے اور جہاں تک بات ہے میرے ڈائریکٹ فائیو سٹار ہوٹل سٹارٹ کرنے کی تو آپ یوں سمجھ لیں کہ مجھے چیلنج ملا تھا جو مجھے پورا کرنا تھا اور اس کو اوورکانفیڈینس نہیں کانفیڈینس کہتے ہیں جو سب کو خود پر ہوتا ہے۔۔۔۔

اور رہی بات لاس کی تو میں نے ایسا کوئی وہم نہیں پالا تھا کیونکہ جب ہم کوئی کام شروع کرتے ہیں تو اچھی اور بری دونوں صورتیں ہمارے دماغ میں ہوتی ہیں اب یہ ہم پر ہوتا ہے کہ ہم کس صورت کو زیادہ فوکس کرتے ہیں اگر آپ برا گمان رکھو گے تو کبھی بھی ویسا ہارڈ ورک نہیں کر پاؤ گے جیسا کرنا چاہیے لہذا اچھا گمان رکھنا چاہیےمیں نے بھی وہی کیا"

" کیا آپ مزید ہوٹلز بنانے کا ارادہ رکھتی ہیں؟"

"ابھی ارادہ تو نہیں لیکن سوچا جا سکتا ہے"

"اطلاع ملی ہے کہ آپ انگیجڈ ہیں اس بارے میں کیا کہیں گی؟"

ایک منچلے صحافی نے سوال کیا

" مجھے بھی ابھی آپ سے اطلاع ملی ہے"

سب نے قہقہہ لگایا۔۔۔

" تھینک یو سوچ پلیز مزید کوئی سوال نہیں"

وہ مہمانوں کی طرف چلی گئی۔۔۔۔

پارٹی رات دیر تک چلنے کے بعد اختتام پذیر ہوگئی۔۔۔

☆......☆......☆

آصف رندھاوا اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھے۔ان کے باپ سیالکوٹ کے ایک گاؤں کے زمیندار تھے۔آصف بہت ذہین تھے اور پڑھنے کا شوق بھی رکھتے تھے۔انہوں نے اپنے باپ سے بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے بیٹے کی خواہش پر رضامندی دے دی اور آکسفورڈ یونیورسٹی بھیج دیا۔۔۔

آمنہ آصف صاحب کی کلاس فیلو تھیں۔وہ بھی اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھیں۔۔آمنہ بیگم اور آصف صاحب نے اپنے گھر والوں کی رضامندی سے شادی کر لی۔۔۔آصف صاحب نے ایم بی اے کرنے کے بعد لندن میں ہی بزنس شروع کر دیا اور کامیاب بھی رہے۔۔۔۔

اس وقت آمنہ ماں بننے والی تھیں جب آصف صاحب کے ماں باپ کا کار ایکسیڈینٹ میں انتقال ہو گیا۔۔انہوں نے آمنہ کے ماں باپ کو آمنہ کے پاس بلایا(چونکہ وہ جرمنی میں رہتے تھے اس لیے ان کو آنے میں وقت نہیں ہوئی)اور خود اپنے وطن واپس پہنچ گئے۔۔۔۔

ماں باپ کو دفنانے کے بعد مسئلہ اب زمینوں کا تھا کہ اتنی زیادہ زمینوں کو سنبھالے کون۔۔۔لہذا انہوں نے حویلی کے سب سے پرانے ملازم جو بہت وفادار اور ایماندار بھی تھا کو حویلی اور گھر کی ذمہ داری سونپی اور خود لندن واپس چلے گئے۔۔۔۔

بیٹے کی پیدائش پر وہ بہت خوش تھے۔۔۔بیٹے کی پیدائش کے بعد ان کے ہاں پانچ سال تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔۔۔ان کو بیٹی کی کمی بہت محسوس ہوتی تھی۔۔۔جو کے آبش کی پیدائش نے ختم کر دی۔۔۔۔۔

آبش سب کی بہت لاڈلی تھی۔۔۔۔بھائی کی تو جان تھی۔۔۔دونوں بہن بھائی میں بہت فرق تھا وہ شرارتی لڑکی تھی جب کہ اس کا بھائی سنجیدہ مزاج تھا۔۔۔۔

وقت بہت اچھا گزر رہا تھا کہ وہ حادثہ ہوا اور سب کی خوشیاں نگل گیا۔۔

ایسا کونسا حادثہ ہوا تھا کہ ان کی زندگی کی خوشیاں تباہ ہو گئیں؟

اس حادثے کے بعد مسٹر رندھاوا اور ان کی مسز نے برلن میں شفٹ ہونے کا فیصلہ کیا جہاں مسز رندھاوا کی ماں ان کے باپ کے انتقال کے بعد اکیلی تھیں۔۔۔

انہیں شفٹ ہوئے ایک مہینہ ہی ہوا تھا کہ مسز رندھاوا کی ماں چل بسیں۔۔۔۔

آصف رندھاوا نے اپنا بزنس نئے سرے سے سٹارٹ کیا اور خوش قسمتی سے انہوں نے اپنا نام جلد ہی بنا لیا۔

☆......☆......☆

"ہائے ہینڈسم!ڈیٹ پر چلو گے؟"

وہ اس وقت کلب میں بیٹھا بیئر کے پیگ چڑھا رہا تھا جب ایک لڑکی جھومتی ہوئی اس کے کندھے سے لگی اور ایک آنکھ دبا کر کہا۔۔۔۔

اس کے کانوں میں ایک آواز گونجی

"ڈیڈی مجھے یہ گندی لڑکیاں بالکل اچھی نہیں لگتیں"

ایک اور آواز آئی

"بہت بری بات ہے سیم ایسا نہیں کہتے گرلز کی عزت کرنا ہمیشہ"

"نہیں"

اس نے رکھائی سے کہتے ہوئے لڑکی کو ناگواری سے دور ہٹایا۔۔وہ غصے سے پیر پٹختی ہوئی چلی گئی۔۔۔۔

"ہاہاہا! سیم تمہیں پتا ہے تم کتنے بدذوق ہو؟"

میکس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔۔۔۔

"اگر مجھے آفر کرتی نا تو میں کبھی منع نہیں کرتا"

"یہیں سے اندازہ لگا لو تجھ میں اور مجھ میں زمین آسمان کا فرق ہے اور تو ابھی شوق سے جا میں جینی کو کچھ نہیں بتاؤں گا"

اس نے میکس کی منگیتر کے بارے میں کہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جینی کو میکس کے اور لڑکی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی جب کہ منگنی سے پہلے اس کے نہ جانے کتنے افیئرز رہے تھے۔۔۔۔

"یہ کمینہ پن ہے سیم"

اس نے روہانسے انداز میں کہا۔۔۔

"اسے کمینہ پن نہیں سمارٹنیس کہتے ہیں"

وہ لوگ اب کلب سے باہر نکل آئے تھے۔۔۔۔

"ویسے سیم تم برلن میں پیدا ہوئے تھے نا؟"

گاڑی میں بیٹھ کر میکس نے اسے دیکھ کر کچھ سوچتے ہوئے کہا۔۔۔

سیم سنجیدگی سے گاڑی چلا رہا تھا

"ہاں"

ایک لفظی جواب دیا سنجیدگی ہنوز قائم تھی۔۔۔

"تم برلن میں پیدا ہوئے اور دس سال پہلے یہاں شفٹ ہوئے تو کیا تمہاری فیملی برلن میں ہے؟ میں نے کبھی تمہیں تمہاری فیملی سے بات کرتے نہیں دیکھا اور نہ ہی تم دس سال سے برلن گئے ہو"

میکس کو اس کے بارے جاننے کا تجسس تھا بے شک وہ دس سال سے دوست تھے سیم نے اس کو اپنے متعلق بات کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔۔۔

لفظ فیملی پر سیم کے چہرے پر دکھ کا سایہ لہرایا لیکن اس نے جلد ہی خود کو کمپوز کر لیا۔۔۔

"میری فیملی نہیں ہے ڈیڈی کی ڈیتھ کے بعد مام نے دوسری شادی کر لی اور نیویارک اپنے ہسبنڈ کے ساتھ چلی گئیں"

سیم نے سنجیدگی سے بتایا۔۔۔

"اوہ اور تم ان کی شادی کے بعد۔۔۔۔۔"

"میں ان کی شادی سے بہت پہلے آ گیا تھا ان کی شادی کا مجھے ایک سال پہلے علم ہوا تھا"

سیم نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔۔۔

"کیا تم پہلے ہی اپنی مام کو چھوڑ کر آ گئے اور تم برلن سے نفرت کیوں کرتے ہو؟"

میکس نے موقع اچھا دیکھ کر وہ سوال کر ہی دیا جو اس کو کل سے پریشان کر رہا تھا۔۔۔۔۔

"میکس آئی تھنک تم میرے بارے میں کافی جان چکے ہو اور میرے بارے میں جو تجسس ہے تمہیں آج اس کو ختم کر دو اگر مجھ سے دوستی رکھنا چاہتے ہو"

اس نے میکس کے اپارٹمنٹ کے آگے گاڑی روکتے ہوئے کہا۔۔۔ میکس کے اترنے کے بعد وہ گاڑی ریورس کرنے لگا۔۔۔

اس کے بارے میں سب اتنا ہی جانتے تھے جتنا وہ چاہتا تھا کہ معلوم ہو۔۔۔۔

وہ ایک بند خول تھا جس کو توڑنا کسی کے بس کی بات نہیں تھی ۔۔میکس نے دور جاتی اس کی گاڑی کو دیکھتے ہوئے اندازہ لگایا۔۔۔

☆......☆......☆

وہ ایک تنگ وتاریک راہداری تھی جہاں وہ بھاگتی جارہی تھی لیکن وہ طویل راہداری ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی ۔۔۔بلآخر بھاگتے ہوئے سامنے روشنی نظر آئی وہ تیزی سے اس طرف بڑھی۔

اس نے دیکھا زمین پر کوئی وجود اوندھا پڑا ہے اور اس وجود سے خون بہہ رہا ہے۔۔۔خوف کی ایک لہر اس کے جسم میں سرایت کرگئی۔۔۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے اس وجود کو سیدھا کیا تو وہ چیخ کر پیچھے گرگئی

"بھائی۔۔۔۔۔۔"

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔اس کا جسم خوف سے کانپ رہا تھا اور سانس تیز تیز چل رہی تھی۔سائیڈ ٹیبل پر پڑا ہوا پانی کا گلاس غٹاغٹ پی گئی۔وہ اٹھ کر دائیں دیوار کی طرف چل پڑی۔وہاں میڈیم سائز فریم میں ایک تصویر لگی تھی۔اس تصویر میں ایک پندرہ سال کی لڑکی اور ایک بیس سال کا لڑکا تھا۔لڑکے نے اس لڑکی کے کندھے پر بازو پھیلا کر خود سے لگایا ہوا تھا اور دونوں بلاشبہ کسی بات پر ہنس رہے تھے۔وہ ایک مکمل اور خوبصورت تصویر تھی۔ زندگی میں ایسے مناظر بہت کم ملتے ہیں جو مکمل اور خوبصورت ہوں۔۔

اس کے کانوں میں ایک آواز گونجی۔۔

"تم آگاہی ہو۔تم دماغ ہو۔تم اس دنیا کی نہیں ہو۔میرا مطلب ہے اس بارے میں سوچو کیا تم اس دنیا کی ہوسکتی ہو؟تمہاری خاموشی کہہ رہی ہے کہ تم مانتی ہو"

سنجیدگی سے کہتے آخر میں شرارتی انداز میں کہا گیا۔۔وہ بے ساختہ مسکرادی اسے آج بھی یاد تھا اس کے اس نے کتنا ہنگامہ کھڑا کردیا تھا۔۔۔اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا جہاں گھڑی دو بجا رہی تھی مطلب اگلا دن شروع ہوچکا تھا۔۔۔

"بھائی۔۔۔۔۔۔اس حادثے کو ہوئے آج چھ سال ہوگئے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن میرا اندر آج بھی پہلے دن کی طرح ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔۔۔۔میرے زخم آج بھی ہرے ہیں۔۔۔۔دیکھیں نا

بھائی آپ کی گڑیا نے آپ کا خواب پورا کر دیا۔۔۔دیکھیں آپ کی آبش آج کامیابی کی بلندی پر کھڑی ہے۔۔ لیکن میری ساری خوشی تو آپ کے بغیر ادھوری ہے۔۔۔۔۔مجھے تو آپ چاہیے تھے یہ سب نہیں"

"مجھے آپ کی بہت یاد آ رہی ہے بھائی"

آنسو اس کی آنکھوں سے لڑھک کر گر رہے تھے۔۔۔وہ ماما بابا کے سامنے خود کو مضبوط دکھا رہی تھی لیکن حقیقت میں تو وہ بہت کمزور تھی...... آہستہ آہستہ اس کے سامنے کا منظر لگا اور وہ ماضی میں کہیں کھوتی چلی گئی۔۔۔

چھ سال پہلے۔

لندن کی وہ ایک خوبصورت صبح تھی۔اس نے صبح صبح ہی گھر میں طوفان اٹھایا ہوا تھا کیونکہ آج اس کے سکول کی پکنک ٹرپ جانی تھی اور چونکہ وہ پہلی بار جا رہی تھی اس بہت پر جوش تھی۔۔۔اور یہ پہلی بار جانے کی اجازت کس منت سماجت سے اسے ملی تھی یہ وہی جانتی تھی۔۔۔۔

"بھائی آخر کار آپ مان کیوں نہیں رہے؟پلیز زززز بھائی مان جائیں نا۔۔۔۔۔"

اس نے جذباتی انداز میں کہا۔۔۔۔اس کا بھائی اس دیکھتا رہا پھر کہنا شروع کیا۔۔۔

"دیکھو آبش یونیورسٹی میں ایک گروپ ہے جو بہت خراب ہے اور وہ لوگ غنڈہ گردی پر بھی اتر آتے ہیں۔۔۔۔وہ لوگ پاکستان سے آئے ایک سٹوڈنٹ کو مار رہے تھے کیونکہ بقول ان کے وہ دہشت گرد تھا۔۔۔۔چونکہ وہ لڑکا میرے وطن سے تھا اس لیے میں نے اسے ان لڑکوں سے بچایا اور انتظامیہ کو بھی شکایت کی۔۔۔۔۔انتظامیہ نے ان کے گروپ کے ایک دو لڑکوں کو نکال دیا۔۔۔وہ سب کے خلاف ایکشن نہیں لے سکتے تھے کیونکہ وہ سب بااثر خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور کچھ یونیورسٹی میں investees بھی ہیں۔۔۔اب وہ گروپ میرے پیچھے ہے۔۔۔۔۔میں ابھی تک ان کے ہاتھ تو نہیں آیا لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ آرام سے نہیں بیٹھیں گے۔۔۔۔۔۔میں تمہیں بھیجنے سے اسی لیے ڈر رہا ہوں کہ کہیں تمہیں نہ کچھ ہو جائے"

اس نے بلا خرچ بتا ہی دیا۔۔۔۔

"بھائی آپ بالکل فکر مت کریں میں اکیلی تھوڑی نا ہوں گی اور وہ لڑکے مجھے کونسا جانتے ہوں گے"

اور اس کی اس بات پر قسمت دور کھڑی مسکرائی تھی۔۔۔۔۔۔

"ٹھیک ہے دادی اماں تم نے کونسا مان لینا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن آبش گڑیا یاد رہے بھروسہ ہمیشہ خود پر زیادہ اور دوسروں پر کم کرنا۔۔۔۔۔۔اور جو سنو اس پر کبھی بھی یقین نہیں کرنا اور جو دیکھو اس پر آدھا یقین کرو۔۔۔۔۔بعض دفعہ ہمیں وہ دیکھایا اور بتایا جاتا ہے جس کا کوئی وجود ہی نہیں ہوتا اس لیے خود پر یقین ہونا چاہیے"

اس نے ہمیشہ کی طرح نصیحت کی۔۔۔یہ اس کی عادت تھی وہ اپنی بہن کو روز کچھ نہ کچھ سکھاتا تھا۔۔۔۔ اور پھر اس کے بھائی نے ہی ماما اور بابا کو راضی کیا تھا۔۔۔کیسے؟ یہ وہ نہیں جانتی تھی اور آج وہ پکنک منانے جا رہی تھی۔۔۔

☆......☆......☆

سکول کی بس بہت سی جگہوں پر رکنے کے بعد اب واپسی کی طرف گامزن تھی۔اس نے بہت انجوائے کیا تھا۔ان کی بس سکول پہنچی تو روزی (جو اس واحد بیسٹ فرینڈ تھی) کا ڈرائیور پہلے سے موجود تھا۔آبش کا ڈرائیور ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔روزی نے آبش کو ڈراپ کرنے کی آفر کی تو اس نے منع کر دیا لیکن روزی کے بے حد اصرار پر اس نے مجبوراً ہاں کر دی لیکن پہلے اپنے ڈرائیور کو کال کی تا کہ اس کو منع کر دے لیکن کال نہ ہو پائی۔۔۔

ان کی گاڑی سڑک پر رواں دواں تھی کہ اچانک ڈرائیور نے ایک جگہ گاڑی روک دی۔آبش نے چونک کر دیکھا اس نے اس علاقے کو پہلے نہیں دیکھا تھا۔کچھ ہی دیر میں ایک گروپ جن میں لڑکے اور چند لڑکیاں تھیں ان کی طرف چلے آ رہے تھے۔وہ لوگ چلتے ہوئے سیدھے آبش کی طرف آئے تو روزی نے جلدی سے اس کی طرف کا دروازہ کھول دیا۔۔۔۔۔۔

"لیٹس گو بے بی"

ان میں سے ایک لڑکی نے کہا تو آبش نے اچنبھے سے روزی کو دیکھا جو مسکرا رہی تھی

"سوری ڈیئر پیسا بولتا ہے۔۔۔۔۔اب تمہیں ان کے ساتھ جانا ہی ہوگا"

روزی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ جو بے یقینی سے اپنی بیسٹ فرینڈ کو دیکھ رہی تھی ہوش میں تب آئی جب ان لوگوں نے اسے بازو سے پکڑ کر باہر کھینچا۔اس نے چلانا شروع کر دیا لیکن ان لوگوں پر تو جیسے اثر ہی نہیں ہو رہا تھا۔وہ اسے ایک بڑے سے پرانے کمرے میں لے آئے اور کرسی سے اسے باندھ دیا۔

" کون ہو تم لوگ؟ مجھے یہاں کیوں لے کر آئے ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

وہ چیختے ہوئے بس یہی پوچھے جا رہی تھی اور ڈر بھی رہی تھی کہ اگر ان لوگوں نے اسے مار دیا تو۔۔۔اس نے جھرجھری سی لی۔

"سب بتائیں گے بے بی یہ چلانا بند کرو ہمیں تم سے کچھ نہیں لینا تمھارے بھائی سے کام ہے ہمیں۔۔۔اس کے بھائی کو کال کرو"

ان میں سے ایک لڑکے نے جو کہ یقیناً ان کا لیڈر تھا اس کو جواب دینے کے بعد دوسرے لڑکے کو کہا تو اس نے کال کو نیکٹ ہونے پر موبائل اسی لڑکے کو تھما دیا

☆......☆......☆

مسٹر اور مسز رندھاوا فکر مندی سے صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے کیونکہ آبش ابھی نہیں آئی تھی اور ڈرائیور کا سیل بھی مسلسل بند جا رہا تھا۔

"بس بہت ہو گیا بابا میں اب اور انتظار نہیں کر سکتا میں آبش کے سکول جا کر چیک کرتا ہوں"

احمد کہتے ہوئے باہر نکلنے ہی لگا تھا کہ اسی وقت گاڑی کی آواز آئی۔وہ جلدی سے باہر گیا لیکن ڈرائیور کو اکیلا دیکھ کر وہ صحیح معنوں میں پریشان ہو گیا تھا۔

" آبش کہاں ہے؟اور تم نے اتنی دیر کیوں لگا دی تمہارا سیل فون کیوں بند تھا"

وہ اونچی آواز میں اس سے سوال کر رہا تھا۔۔۔اس کی آواز سن کر مسٹر اور مسز رندھاوا بھی باہر آ گئے تھے اور آبش کو نہ پا کر جو سکون تھوڑی دیر کے لئے آیا تھا وہ غارت ہو گیا تھا۔۔۔۔

"سر راستے میں گاڑی کے چاروں ٹائر پنکچر ہو گئے تھے اور موبائل کی بیٹری ختم ہو گئی تھی اس لئے بند

تھا۔۔۔گاڑی کے ٹائر لگوانے کے بعد میں سکول گیا تو چوکیدار نے کہا کہ آبش میم اپنی دوست کے ساتھ چلی گئی ہیں"

ڈرائیور کا جواب سن کر وہ سب خاموش کھڑے تھے اور دعا کر رہے تھے کہ آبش کو کچھ نہ ہو۔۔۔اس خاموشی کو احمد کے موبائل پر ہونے والی بیل نے توڑا۔۔۔اس نے دیکھا نمبر اجنبی تھا۔۔۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے فون اٹھایا۔۔۔

"ہیلو مسٹر احمد! مجھے پتا ہے اس وقت تم بہت پریشان ہو گے آخر کو تمہاری پیاری بہن جو نہیں مل رہی۔۔۔تو سن لو وہ اس وقت میرے قبضے میں ہے اگر اپنی بہن کی سیفٹی چاہتے ہو تو فوراً پہنچ جاؤ۔۔۔ ورنہ تمہاری بہن اتنی خوبصورت ہے کہ دل۔۔۔۔۔"

"شٹ اپ جسٹ شٹ اپ۔۔۔میں آرہا ہوں لیکن اگر میری بہن کو کچھ ہوا یا اسے ہاتھ بھی لگایا نا تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا"

احمد نے اس کی بات کاٹ کر غراتے ہوئے کہا بے شک وہ مغرب میں پیدا ہوا تھا اور پرورش بھی وہیں پائی تھی لیکن تھا تو ایک مشرقی مرد ہی کیسے برداشت کر لیتا اس طرح کی بات اپنی بہن کے بارے میں۔وہ اس لڑکے کی آواز سنتے ہی پہچان گیا تھا کہ یہ اسی گروپ کا لڑکا ہے۔

اس نے ماما بابا کی طرف دیکھا جو پریشان اسی کو دیکھ رہے تھے۔۔۔اس نے مختصر کر کے ان کو سارے معاملے سے آگاہ کیا اور ان کو تسلی دیتا وہاں سے نکل گیا۔۔۔

☆......☆......☆

آبش کو جب معلوم ہوا کہ یہ وہی گروپ ہے جس کے بارے میں اس کا بھائی بتا رہا تھا تو اس کو پچھتاوے اور گھبراہٹ نے آن گھیرا۔۔۔۔۔۔وہ پچھتا رہی تھی کہ اس نے اپنے بھائی کی بات کیوں نہیں مان لی نہ وہ پکنک پر آتی اور نہ یہ سب ہوتا اور گھبرا رہی تھی پتا نہیں یہ لوگ اس کے بھائی کے ساتھ اب کیا کریں۔۔۔ لیکن وہ بھول گئی تھی کہ جو ہونا ہوتا ہے وہ تو ہو کر رہتا ہم چاہیں یا نہ چاہیں۔۔۔۔۔

☆......☆......☆

"جیک وہ آ گیا ہے۔۔۔"

ان لڑکوں میں سے ایک نے جیک نامی اس لڑکے کو کہا جو ان کا گروپ لیڈر تھا۔احمد ان سب کی توقع سے بھی زیادہ جلدی پہنچ گیا تھا۔وہ شیطانی مسکراہٹ لیے گلاس وال کی طرف بڑھ گیا جہاں ان لوگوں نے آبش کو رکھا ہوا تھا۔۔۔

احمد اندر داخل ہوتے ہی بے تابی سے چاروں طرف دیکھنے لگا لیکن آبش اس کو کہیں نظر نہیں آئی۔۔۔

"آبش۔۔۔۔۔"

"آبش۔۔۔۔۔"

احمد نے اسے آوازیں دینا شروع کر دیا لیکن کچھ نہ ہو سکا۔۔۔۔۔وہ خطرناک تیور لیے ایک لڑکے کی جانب بڑھا۔۔۔۔۔

"بھائی۔۔۔۔۔"

آبش کی آواز پر وہ درمیان ہی رک گیا۔۔۔اس نے آواز کی سمت دیکھا۔۔۔وہ جلدی سے گلاس وال کی جانب بڑھا۔۔۔۔۔لیکن بے شمار کوشش کے باوجود وہ اسے کھول نہ سکا کیونکہ وہ اندر سے لاک تھا۔۔۔وہ اندر کا منظر با آسانی دیکھ سکتا تھا جہاں آبش کو ایک کرسی پر باندھا گیا تھا اور جیک اس کے سر پر گن تانے کھڑا تھا اور مسکرا کر احمد کی طرف دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔۔۔

"ویلکم بڈی! تمہاری بہن اتنی خوبصورت ہے کہ اس سے دور جانے کا دل ہی نہیں چاہ رہا۔۔۔ویسے تمہارے لیے ایک ڈیل ہے۔۔۔تم اپنی بہن کو میرے حوالے کر دو میں تمہیں کچھ بھی کہے بغیر چھوڑ دوں گا۔"

وہ کہنے کے ساتھ ساتھ آبش کی رسیاں بھی کھول رہا تھا

"اپنی بکواس بند رکھو جیک۔۔۔تمہاری دشمنی مجھ سے ہے مجھے مارو کچھ بھی کہو لیکن میری بہن کو چھوڑ دو"

"تم شیور ہو ہم تمہارے ساتھ کچھ بھی کر سکتے ہیں"

اس نے احمد کو دیکھ کر کچھ سوچتے ہوئے کہا۔۔۔

"ہاں لیکن تم میری بہن کو چھوڑ دو۔۔۔"

جیک نے پیچھے کھڑے لڑکوں کو آنکھ سے اشارہ کیا انہوں نے اثبات میں سر ہلایا اور احمد کو جکڑ لیا۔ جیک باہر آیا اور احمد کے سامنے گردن اکڑا کر کھڑا ہو گیا۔ آبش دم سادھے یہ ساری کارروائی دیکھ رہی تھی۔ وہ تو بس اپنے جان سے پیارے بھائی کی سلامتی کی دعا کر رہی تھی۔ اس کو جیک کے ارادے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔ جیک نے پوری قوت سے احمد کے پیٹ میں ایک گھونسا مارا اور لگاتار مارتا رہا اس سے بھی کام نہ بنا تو گن کو اس کے ماتھے پر اس زور سے مارا کہ خون کا فوارہ چھوٹ پڑا۔ آبش گلاس وال پر ہاتھ رکھے چیختی رہی لیکن ان لوگوں نے اس کی ایک نہ سنی۔ اپنے بھائی کا خون دیکھ کر اس کی جان جا رہی تھی۔ کافی دیر مارنے کے بعد وہ لوگ احمد کو وہاں سے لے گئے۔ آبش کا چیخ چیخ کر گلا بیٹھنے لگا تھا۔ وہ مسلسل روتی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دیکھا ایک لڑکا ایسڈ کی ایک بوتل لے کر آیا اور جیک کو تھما دی۔ کچھ لڑکے احمد کو لے کر لیکن اس دفعہ آبش کی طرف احمد کی sideback تھی۔ ان کا اگلا اقدام کیا ہو سکتا تھا یہ سوچ کر ہی آبش کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

"نوووو۔۔۔۔۔۔۔پلیز سٹاپ۔۔۔۔۔۔۔۔نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔پلیز یہ نہ کرو۔۔۔۔۔۔۔۔ بھائی۔۔۔۔۔۔۔۔بھائی۔۔۔۔۔۔۔۔بھائی پلیز اٹھ جائیں۔۔۔۔۔۔۔۔ میں تم لوگوں کو چھوڑوں گی نہیں۔۔۔۔۔۔۔ میرے بھائی کو چھوڑ دو۔۔۔۔۔۔۔ اے ے ے رک جاؤ۔۔۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔۔۔"

وہ روتے ہوئے مسلسل چلاتی جا رہی تھی۔ کسی بے بسی سی بے بسی تھی اس کے بھائی کو اس کی آنکھوں کے سامنے مار رہے تھے لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ جیک نے بوتل کا ڈھکن ہٹایا اور ایسڈ اس کے منہ پر پھینک دیا۔ پورے کمرے میں اس کی چیخیں گونج رہی تھیں۔ آبش آنکھیں میچ کر کانوں پر زور سے ہاتھ رکھے نیچے بیٹھتی چلی گئی۔۔۔۔

"ٹھاہ۔۔۔۔۔"

"ٹھاہ۔۔۔۔۔"

گولیاں چلنے کی آواز پر آنکھیں کھولیں۔ اس کی آنکھوں میں خوف تھا بے تحاشا خوف تھا اپنے بھائی کو کھونے کا خوف۔ "کلک" کی آواز پر اس نے دوسری طرف دیکھا۔ وہاں خاموشی تھی، جامد خاموشی، موت کے بعد کا

سناٹا چھایا ہوا تھا۔ وہ لوگ شاید وہاں سے چلے گئے تھے۔ آبش مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ وہ اٹھی اور بے تابی سے گلاس وال کا دروازہ کھول کر بھاگتی ہوئی باہر کی طرف بڑھی۔۔۔۔۔ لیکن سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے قدم ساکت ہو گئے۔۔۔۔۔ سامنے پڑے وجود سے خون بہہ رہا تھا لیکن وہ اوندھا پڑا ہوا تھا۔۔۔۔

"بھائی۔۔۔۔۔۔۔۔"

آبش نے آہستگی سے پکارا۔۔۔۔۔ وہ چلتی ہوئی اس تک آئی اور دھڑکتے دل اور کانپتے ہاتھوں سے اس کو سیدھا کیا تو وہ بے ساختہ پیچھے کو ہٹی۔۔۔۔۔۔ اس کے پیروں تلے سے زمین نکلنے لگی تھی۔۔۔۔ باڈی کا چہرہ سارا جھلسا دیا گیا تھا وہ بالکل پہچان میں نہیں آ رہا تھا اور دو گولیاں سینے پر لگی تھیں۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ صدمے میں گھری دیکھتی رہی۔ اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وحشت کے مارے ایک نظر ڈال کر دوبارہ نظر نہ ڈالتا لیکن وہ کیسے اس انسان سے وحشت زدہ ہو سکتی تھی جو اس کو اپنی جان سے بھی پیارا تھا۔۔۔۔

"تو جہاں رہے میری دعا کی چھاؤں ہو
وہ شہر ہو یا گاؤں ہو
تیری آنکھ میں نمی نہ ہو
کسی چیز کی کمی نہ ہو
تجھے جو لگے وہ نظر نہ ہو
کسی دکھ کو تیری خبر نہ ہو
خوشی تیرے پاؤں دھول ہو
دعا یہ میری قبول ہو"

وہ بالکل ساکت بیٹھی تھی اور آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک ریلا تھا جو بہہ رہا تھا۔ وہ خاموش تھی بالکل خاموش۔ ابھی اس کی عمر ہی کیا تھی بس سولہ سال کی ہی تو تھی اور اتنا دکھ جھیل لیا تھا۔ وہاں چھائی اس خاموشی کو پولیس کی گاڑی کے سائرن نے توڑا تھا۔ وہ لوگ شاید احمد کا موبائل ٹریک کر کے وہاں پہنچے تھے۔ مسٹر رندھاوا آبش تک آئے اور اسے ساتھ لگایا۔ ان لوگوں نے باڈی کو ایمبولینس میں ڈالا اور وہاں سے چلے گئے۔۔۔۔۔ آبش

اب بھی خاموش ہی تھی۔۔۔اس نے اس دن اس جگہ پر اپنے بھائی کو ہی نہیں کھویا تھا اس نے اعتماد بھی کھو دیا تھا دوستی سے، لوگوں سے اور خود پر سے۔۔۔۔۔۔

احمد کی باڈی کو گھر لایا گیا۔۔۔غسل ہوا اس ساری کارروائی کے دوران بھی آبش کی خاموشی نہ ٹوٹی بس خاموش آنسو بہائے جا رہی تھی۔۔۔مسٹر اور مسز رندھاوا خود غم سے نڈھال تھے۔۔۔۔باڈی کی حالت ایسی نہیں تھی کہ زیادہ دیر رکھی جاتی اس لیے مسٹر رندھاوا کچھ دوستوں کے ساتھ لے کر باڈی کو لیے چلے گئے۔

"روز و شب کے میلے میں
غفلتوں کے مارے ہم
بس یہی سمجھتے ہیں
ہم نے جس کو دفنایا
بس اسی کو مرنا تھا"

☆......☆......☆

ایک ماہ بعد

"موت زندگی کو ختم کرتی ہے رشتے کو نہیں"

"یہ دنیا فانی ہے ایک نہ ایک دن سبھی نے چلے جانا ہے۔۔۔۔کسی کا وقت آج آیا ہے تو کسی کا کل آ جائے گا۔۔۔۔لیکن آئے گا ضرور اس حقیقت کو ہم جھٹلا نہیں سکتے۔۔۔۔۔اگر ہمارے پیارے ہمیں چھوڑ کر چلیں جائیں تو ہمیں چاہیے کہ صبر کریں اور ان کے لیے دعا کریں۔۔۔۔کچھ لوگ کہتے ہیں کہ کہنا بہت آسان ہوتا ہے لیکن جب آپ پر گزرتی ہے تب آپ کو پتا چلتا ہے۔۔۔۔ہاں ٹھیک ہے لیکن ہم کوشش تو کر سکتے ہیں نا صبر کریں۔۔۔۔اور ویسے بھی میرا ماننا ہے کہ یہ جسمانی موت معنی نہیں رکھتی۔۔۔۔اصل معنی وہ موت رکھتی ہے جو کسی کے دل میں آپ کی ہوتی ہے۔۔۔۔لہذا یہ موت ہماری زندگی تو ختم کر دیتی ہے لیکن ہمارے پیاروں سے ہمارا رشتہ تو ختم نہیں ہوتا نا۔ہمیں بہادر بننا چاہیے تا کہ خود سے منسلک لوگوں کو ہم سہارا دے سکیں۔

احمد کی موت کے بعد سے وہ مکمل خاموشی اختیار کیے ہوئے تھی۔۔۔۔ایسے جیسے خود کا بھرم رکھ رہی

ہو۔۔۔۔ مسٹر اور مسز رندھاوا اس کو اس طرح دیکھ کر بہت پریشان ہو جاتے تھے۔۔۔۔ اس وقت وہ احمد کے کمرے موجود تھی اور کمرے ایک ایک چیز کو چھو کر محسوس کر رہی تھی جب اس کو احمد کی ڈائری ملی۔۔۔۔۔ اس کو احمد کی عادت کا پتا تھا کہ وہ اپنی ڈائری میں ضرور کوئی نہ کوئی اچھی بات لکھتا ہے۔۔۔۔۔ اب بھی جب اس نے یہ سب پڑھا تو اس کو ایسے لگا جیسا احمد اس سے مخاطب ہو اور کہہ رہا ہو کہ "تم ماما بابا کا خیال نہیں رکھ رہی میں تم بہت مایوس ہوا ہوں" اس لگا جیسے اس کا بھائی اس سے ناراض ہے۔۔۔۔ وہ اٹھی اور الماری کی طرف بڑھی۔۔۔۔ الماری کھول کر اس نے احمد کی ایک ایک شرٹ کو پکڑ کر محسوس کیا۔۔۔۔۔۔ وہ الماری بند کرنے لگی تھی کہ اس کی نظر سامنے پڑی جہاں ایک پیک کیا ہوا گفٹ رکھا تھا ساتھ ایک کارڈ بھی تھا۔۔۔۔۔۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر وہ گفٹ اور کارڈ نکال لیا۔۔۔۔۔ اس نے گفٹ کھولا اس کے اندر ایک سیل فون تھا۔۔۔۔۔ اس نے کارڈ کو دیکھا جس پر ہیپی برتھڈے لکھا ہوا تھا۔۔۔۔ اس نے کارڈ کھولا اندر ایک پوئم لکھی ہوئی تھی۔ اس نے پڑھنا شروع کیا۔۔۔۔۔۔

"Mysister,myfriend"

"Tomeyouareanangelindisguise.

Fullofintuitionyouareintelligentandwise.

Alwaysgivingandhelpingthrough

Goodtimesandbad,

Youarethebestfriendl'veeverhad.

IfIhadonewish,Iwouldsurelybe

Togiveyouasmuchasyouwant

ThoughI'veputourrelationshipthroughsomecloudydays,

You'vebeenmysunshinethroughmanyways.

Throughtrialsandtests,rightbyme

Youstood,

Andyuyougavemeyourhandwheneveryoucould

Thankyousomuch,mysister,myfriend

Mygratitudeforyouhasnoend"

"""WISHYOUAVERYVERYHAPPYBIRTHDAY"""

کچھ دن بعد اس کی سالگرہ تھی اس کو یاد تھا وہ سیل فون کے لیے کتنی ضد کرتی تھی لیکن احمد ہر بار اس کو ٹال دیتا کہ وہ ابھی چھوٹی ہے اور اب جب اس نے گفٹ کے طور پر دے دیا تھا تو وہ خود نہیں تھا۔۔۔۔اس نے کارڈ کو ہونٹوں سے لگایا.........

مسٹر رندھاوا احمد کے کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر جلدی سے اس طرف بڑھے لیکن اندر مسز رندھاوا کی بجائے آبش کو دیکھ کر حیران ہوئے۔وہ اندر داخل ہوئے اور آبش کے سر پر ہاتھ رکھا۔آبش نے ڈبڈباتی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا۔ان کا دل کٹ کر رہ گیا۔وہ جانتے تھے کہ اس سب کے دوران آبش کا سب سے زیادہ نقصان ہو رہا تھا۔انہوں نے اسے خود سے لگایا۔آبش تو جیسے سہارے کی تلاش میں تھی جو ملتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔۔۔

"با۔۔۔بابا بھائی۔۔۔۔بھائی مجھے چھوڑ کر چلے گئے بابا۔۔۔میری وجہ سے۔۔۔میری وجہ سے بھائی چلے گئے۔۔۔۔بابا۔۔۔۔کتنا منع کیا تھا مجھے۔۔۔۔اگر میں نہ جاتی تو یہ سب نہیں ہوتا۔۔۔۔بابا۔۔۔۔"

وہ بے ربط روتے ہوئے بس یہی کہہ رہی تھی۔۔۔۔مسٹر رندھاوا نے اس کا سر تھپکتے ہوئے اسے تسلی دی لیکن وہ تو جیسے آج سارا غبار باہر نکال دینا چاہتی تھی۔۔۔۔

"آبش اس گلٹ سے باہر آجاؤ کہ یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا۔۔۔۔احمد نے ہمیں سب بتا دیا تھا۔۔۔۔یہ ایک نہ ایک دن تو ہونا ہی تھا۔۔۔۔یہ اللہ کے فیصلے ہیں بیٹا اس کی چیز تھی اس نے لے لی۔۔۔۔ہم نے بھی اپنا جوان بیٹا کھویا ہے تمہیں کیا لگتا ہے ہمیں دکھ نہیں ہے؟ ہے بہت ہے لیکن ہم نے اللہ کی رضا مان کر صبر کر لیا ہے۔۔۔۔ہم نے اپنی ایک اولاد تو کھو دی ہے لیکن ہم تمہیں نہیں کھونا چاہتے اور اس بار شاید ہم بھی

صبر نہ کر پائیں۔۔۔"

مسٹر رندھاوا نے پیار سے اسے سمجھایا۔۔۔لیکن آبش کے رونے میں ابھی بھی کمی نہیں آئی تھی۔۔۔۔۔۔ مسٹر رندھاوا نے بھی کچھ نہ کہا وہ چاہتے تھے کہ وہ ایک ہی بار رو لے۔۔۔

کافی دیر بعد وہ پھر گویا ہوئی۔۔۔۔۔

"بابا۔۔۔۔۔۔ان۔۔۔۔۔۔۔ان لوگوں نے بھائی کو بہت مارا تھا۔۔۔۔۔۔۔مم۔۔ میری آنکھوں۔۔۔۔۔۔کے سامنے۔۔۔۔۔۔ان لوگوں نے میرے بھائی کو مجھ سے چھین لیا۔۔۔۔۔ مم۔۔۔میں کچھ نہ کر سکی۔۔۔۔۔۔۔بابا میرے بھائی۔۔۔۔۔۔"

روتے ہوئے اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھی۔۔۔مسٹر رندھاوا نے دروازے کی طرف دیکھا جہاں مسز رندھاوا کھڑی آنسو صاف کرتے ہوئے واپس مڑ گئیں تھیں وہ اپنی بیٹی کی یہ حالت نہیں دیکھ سکتی تھیں۔۔۔

"ہر منظر سدا نہیں رہتا

ہر تعلق مسافرانہ ہے"

☆......☆......☆

"آپ دونوں پیکنگ کر لیں لیکن ضروری سامان ہی ہو بس۔۔۔مجھے دو دن لگ جائیں گے وائنڈ اپ کے لیے۔۔۔اور پرسوں کی ہماری فلائیٹ ہے جرمنی کی۔۔۔ہم یہاں سے شفٹ ہو رہے ہیں"

اگلی صبح ناشتے کی ٹیبل پر مسٹر رندھاوا نے کہا۔آبش کل رات کے بعد خود کو کمپوز کر چکی تھی۔

"جی ٹھیک ہے" مسز رندھاوا نے جواب دیا۔۔۔

آبش خاموش رہی۔پھر دو دن پیکنگ کرتے ہوئے گزر گئے۔آبش نے اپنی کم اور احمد کی زیادہ چیزیں رکھی تھیں۔آج ان کی فلائیٹ تھی۔آبش بہت دکھی تھی اپنے گھر کو چھوڑتے ہوئے اور ہوتی بھی کیوں نہ اس کا بچپن گزرا تھا اس گھر میں اتنی یادیں جڑی تھیں..................

برلن ائیر پورٹ پر جب لینڈنگ کی اناؤنسمنٹ ہوئی تو آبش کو یاد آیا جب ایک دفعہ اس نے احمد سے اس کی خواہش پوچھی تھی تو احمد نے کہا تھا:

"میں جرمنی کے سب سے بڑے شہر میں اپنا سب سے بڑا فائیو سٹار ہوٹل بناؤں گا۔۔۔۔۔۔ ہوٹل گرینڈ حیات۔۔۔۔۔"

اس کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی۔۔۔آبش نے اسی وقت طے کر لیا کہ وہ اپنے بھائی کا خواب پورا کرے گی۔ انہیں شفٹ ہوئے ایک مہینہ ہی ہوا تھا کہ آبش کی نانی بھی چل بسیں۔ ماں کی وفات کی وجہ سے مسز رندھاوا بہت دکھی رہتی تھیں لیکن اس بار آبش نے انہیں سنبھال لیا تھا۔

اس نے ہوٹل مینجمنٹ میں ایم بی اے کے لیے ایڈمیشن لیا اور اپنا ہوٹل کھولا جو کہ کامیاب بھی رہا۔اس سب میں اس کو مسٹر رندھاوا کی سپورٹ حاصل رہی تھی۔وہ اگر کہیں پر حوصلہ کھو دیتی تو وہ اس کو پھر سے کھڑا کرتے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس نے خود کو بہت بہتر کر لیا تھا۔لوگ کہتے ہیں جو ہمیں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ ہمیں بھول جاتے ہیں لیکن جن سے دل و جان کا رشتہ ہو وہ نہیں بھولتے وہ یاد رہتے ہیں۔۔۔جو زخم لگتے وہ ہرے ہی رہتے ہیں اور ہمیں تکلیف دیتے ہیں۔۔۔اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی جان سے پیارے شخص کو مرتے دیکھنا آسان نہیں ہوتا لیکن اس نے یہ تکلیف دیکھی اور سہی تھی۔۔۔وہ بھولی کچھ نہیں تھی لیکن جینا سیکھ گئی تھی اپنے ماما بابا کیلئے۔۔۔۔۔۔

"وقت سکھا دیتا ہے انسان کو جینے کا ہنر
پھر کیا مقدر، کیا نصیب اور کیا ہاتھ کی لکیریں"

☆......☆......☆

"آبش۔۔۔۔۔"

وہ ماضی میں اتنی گم تھی کہ مسز رندھاوا کمرے میں کب آئیں اس کو پتا بھی نہ چلا۔انہوں نے اسے پکارا تو وہ ماضی سے لوٹی۔اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔۔۔

"جی ماما۔۔۔آپ اس وقت۔۔۔۔"

اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا جہاں اب پانچ بج چکے تھے۔اس نے گہری سانس لی وہ یقیناً اسے دیکھنے آئی تھیں۔۔۔

"آبش بیٹا تم ٹھیک ہو"

انہوں نے تشویش سے پوچھا۔ اور وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ کس حوالے سے پوچھا گیا تھا۔ اسے ان پر بے اختیار پیار آیا کیونکہ وہ خود سب فیس کر چکی تھیں لیکن اب بھی اس کی فکر کر رہی تھیں۔۔۔

"جی ماما میں بالکل ٹھیک ہوں آپ پریشان نہ ہوا کریں"

اس نے انہیں ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔۔۔

"چلو تم نماز پڑھ لو میں تمہارے بابا کو دیکھ لوں"

وہ اسے ہدایت دیتی ہوئی چلی گئیں۔۔ آبش الماری کی طرف بڑھی اور وہ سیل نکالا اس نے اسے استعمال نہیں کیا تھا۔ کچھ دیر دیکھنے کے بعد اس نے سیل واپس رکھا اور وضو کرنے چلی گئی۔۔۔۔۔۔

☆......☆......☆

"ابو جی میں کسی دوسرے ملک میں جا کر کمانا چاہتا ہوں"

ھمدان نے بلا تخرا اپنے والد سے کہا۔۔ وہ کب سے ان کے پاس بیٹھا اسی سوچ میں تھا کہ باپ سے کیسے بات کرے۔ وہ اسی سوچ میں گم تھا جب انہوں نے اس سے پوچھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔۔۔ اس کی بات سن کر مصطفیٰ صاحب کچھ دیر کے لیے خاموش سے ہو گئے۔۔۔

"دانی۔۔۔ بیٹا تم جانتے ہو کہ ہمارے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ تمہیں کسی دوسرے ملک بھیج سکیں۔۔۔ پھر تم کیوں ایسی بات کر رہے ہو؟ اور بیٹا اپنے ملک رہ کر بھی تو تم کما سکتے ہو نا۔۔۔ تم یہاں پر کچھ بھی کام کرو۔۔"

مصطفیٰ صاحب نے بیٹے کو سمجھانا چاہا۔۔۔

"ابو جی۔۔۔۔ میں یہاں پر اتنا نہیں کما سکتا جتنا کسی دوسرے ملک میں کما سکتا ہوں۔۔۔۔۔ اور میرے جانے کے لئے آپ پیسوں کی فکر نہیں کریں۔۔۔ میرا ایک دوست ہے وہ جرمنی میں ہوتا ہے۔۔۔ کچھ ہفتے پہلے ہی لوٹا ہے۔۔۔ وہ مجھ سے ملا تو اس نے مجھے کہا کہ وہ سب خود کر لے گا میں بس اپنے کاغذات تیار کروا لوں۔۔۔ اور رہی بات پیسوں کی تو اس نے کہا میں بے شک وہاں جا کر دے دوں۔۔۔ ابو جی ویسے بھی مجھے اپنی بہنوں کا بھی تو کچھ سوچنا ہے۔۔۔ ان کی شادی کروانی ہے۔۔۔ زین (چھوٹا بھائی) کو پڑھا کر کچھ بنانا

ہے۔۔۔اور پھر آپ کا علاج بھی تو کروانا ہے"

اس نے تفصیل سے بتایا۔ مجبوریوں کی ایک طویل لسٹ تھی۔ ذمہ داری بہت بڑی تھی اس پر۔ مصطفیٰ صاحب رنجیدہ ہو گئے ان کا ہونہار بیٹا کس قدر پریشانیوں میں مبتلا تھا۔۔۔

"لیکن دانی بیٹا۔۔۔۔۔۔"

"کیا آپ کو مجھ پر یقین نہیں ہے؟"

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے ہمدان نے ان کی بات کاٹ کر پوچھا۔۔۔

"تم پر ہی تو یقین ہے۔۔۔لیکن۔۔۔چلو ٹھیک ہے جیسا تم مناسب سمجھو"

مصطفیٰ صاحب کو ایک ہی ڈر تھا کہ کہیں ان کے بیٹے کے ساتھ کچھ غلط نہ ہو جائے۔۔۔لیکن پھر تھوڑی تذبذب کے بعد انہوں نے اجازت دے دی۔۔۔۔۔

ہمدان کا تعلق ایک مڈل کلاس گھرانے سے تھا۔ اس سے چھوٹی اس کی چار بہنیں تھیں اور ایک بھائی تھا۔ سب اچھے سے چل رہا تھا وہ سب اپنی زندگی سے مطمئن تھے اور خوش بھی تھے۔۔۔لیکن مصطفیٰ صاحب کے ایکسیڈنٹ کے بعد سے خوشیوں نے جیسے ان کے گھر سے منہ موڑ لیا تھا۔۔۔ ہمدان تب انیس سال کا تھا جب مصطفیٰ صاحب کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔۔۔ ایکسیڈنٹ میں ان کی ٹانگیں بہت بری طرح سے متاثر ہوئی تھیں اور تب سے وہ چارپائی کے ہو کر رہ گئے تھے۔۔۔ ایسا نہیں تھا کہ ان کا علاج ہو ہی نہیں سکتا تھا علاج تو ممکن تھا لیکن ان کے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ علاج کروا سکتے۔۔۔۔اتنی کم عمری میں ہی ہمدان کے کندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری آ گئی تھی۔۔۔۔

تین سال سے ہمدان نے بہت محنت کی تھی لیکن اخراجات تھے کہ بڑھتے ہی جا رہے تھے۔ ڈھیروں مسائل تھے جن کا سامنا تھا چھوٹے بہن بھائی کی پڑھائی، باپ کا علاج اور گھر کے الگ اخراجات۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ غیر ذمہ دار تھا۔ مصطفیٰ صاحب کے سب بچوں میں سے ہمدان سب سے ذمہ دار اور فرمابردار تھا۔ وہ مسائل کی وجہ سے پریشان تھا کہ اس کا ایک پرانا دوست جو کہ جرمنی سے آیا ہوا تھا اس کو ملا۔ ہمدان نے اس کو اپنی پریشانی بتائی تو اس نے جو مشورہ ہمدان کو دیا تھا وہ اس نے آج مصطفیٰ صاحب کے سامنے پیش کر دیا تھا۔

ہمدان نے ارجنٹلی پاسپورٹ بنوایا اور باقی کے ضروری ڈاکومنٹس بھی جنید کو دیئے۔ایک ماہ تک جنید بھی واپس چلا گیا۔۔۔دن اسی طرح گزرتے رہے پھر ایک دن ہمدان کو جنید کا فون آیا۔۔۔وہ اسے مبارکباد دے رہا تھا کہ وہ اب جلد ہی جرمنی پہنچ جائے گا۔گزرتے گزرتے وہ دن بھی آن پہنچا جب ہمدان کو اپنے وطن کو خیرباد کہنا تھا۔۔۔اس کے چھوٹے بہن بھائی سب رو رہے تھے کہ ان کا پیارا بھائی انہیں چھوڑ کر جا رہا تھا۔۔۔اس کی ماں بھی رو رہی تھیں۔۔۔مصطفی صاحب بہت اداس تھے۔وہ بہت مشکل سے خود پر ضبط کر رہا تھا ورنہ تو اس کا کہاں دل کر رہا تھا سب سے دور جانے کو۔۔۔لیکن ہائے رے مجبوری جو انسان سے سب کروا دیتی ہے جو وہ نہیں کرنا چاہتا۔۔۔سب کو خیال رکھنے کی تاکید کرتا اور ماں باپ کی دعائیں لے کر وہ گھر سے نکل پڑا تھا۔

☆......☆......☆

یہ ایک نیم روشن کمرے کا منظر تھا۔یہ کمرہ بوسیدہ تھا۔جہاں پر نشے میں دھت کچھ لڑکے پڑے ہوئے تھے۔وہ سب کے سب ڈرگ ایڈیکٹ تھے۔وہ لوگ خطرناک قسم کی منشیات کا زہر اپنے اندر اتارتے تھے۔ان کو اپنے اردگرد کی کچھ ہوش نہیں تھی۔ان میں صرف ایک شخص ایسا تھا جس کے ہوش وحواس قائم تھے۔وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن کچھ کمزوری اور کچھ نشے کی وجہ سے وہ دوبارہ سے گر پڑا۔لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری اور ایک بار پھر سے دیوار کا سہارا لیتے ہوئے اٹھنے میں کامیاب ہو گیا۔اس نے لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ چلتے ہوئے ان سب کو چیک کیا اور پھر کمرے کا دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔۔۔خوش قسمتی سے ڈیوٹی پر موجود گارڈز بھی سو رہے تھے۔وہ ناہموار قدموں اور سر کو بار بار جھٹکتے ہوئے لیکن محتاط سا اس جگہ سے باہر نکل آیا۔۔۔

وہ لڑکھڑاتے قدموں سے چلتا ہوا نا جانے کتنی گلیاں عبور کر گیا اس کو کچھ پتا نہیں تھا۔وہ چلتا ہوا ایک گلی کے درمیان میں پہنچا جب اس کو گاڑیوں کے ہارن کی آواز سنائی دی اس کا مطلب تھا کہ وہ مین گیٹ کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔وہ جلدی لیکن لڑکھڑاتے ہوئے گلی کے آخر تک پہنچا اور سامنے کا منظر دیکھ کر اس کی آنکھیں نمی سے چمکنے لگیں۔۔۔کتنے سالوں بعد تو باہر کی دنیا دیکھ رہا تھا۔وہ اپنی جون میں چلتا ہوا آگے بڑھا اور دوسری طرف سے آتی ہوئی گاڑی کو نہ دیکھ سکا اور ایکسیڈنٹ ہو گیا۔۔۔گاڑی والے نے یقیناً بہت مشکل سے گاڑی کو بریک لگایا تھا لیکن پھر بھی ایکسیڈنٹ ہو گیا لیکن زیادہ نقصان ہونے سے بچ گیا تھا۔۔۔اس نے دیکھا گاڑی

میں بیٹھا شخص جلدی سے نیچے اترا اور بھاگ کر اس کی طرف آیا۔۔۔۔۔

"اوہ مائی گاڈ"

اس نے اس شخص کو کہتے سنا اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں اور وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہوتا چلا گیا۔۔

☆......☆......☆

"اسلام وعلیکم اینڈ گڈ مارننگ بابا"

ڈائننگ روم میں داخل ہوتے وقت اس نے سلام کیا۔۔۔

"وعلیکم اسلام گڈ مارننگ۔۔۔۔۔۔آج جلدی اٹھ گئی ہو۔۔"

مسٹر رندھاوا نے نیوز پیپر فولڈ کرتے ہوئے کہا۔۔۔

"جی بابا مائیکل انڈسٹریز کے اونر مسٹر مائیکل سے میٹنگ تھی اور ہوٹل میں بھی کام تھا"

آبش نے جوس گلاس میں انڈیلتے ہوئے کہا۔۔۔۔

"آبش ہم پاکستان جانے کا سوچ رہے تھے۔۔۔"

مسز رندھاوا نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔۔۔

"اور ہم چاہتے ہیں کہ اس بار تم بھی ہمارے ساتھ چلو"

جوس پیتے آبش کے ہاتھ ایک پل کو تھم گئے۔مسٹر اور مسز رندھاوا ہر سال پاکستان کا چکر لازمی لگاتے تھے لیکن آبش ایک دفعہ بھی نہیں گئی تھی۔۔۔

"جی ماما میں چلی تو جاتی لیکن۔۔۔۔۔"

"کوئی بات نہیں بیٹا ناشتہ کرو"

مسٹر رندھاوا نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔۔۔

"نہیں بابا لیٹ ہو رہا ہے چلتی ہوں"

اس کا موڈ بری طرح آف ہو چکا تھا۔اس نے اپنا بیگ اٹھایا اور چلی گئی۔۔۔

"آپ نے کیوں اس کو کہا جب آپ کو پتا ہے کہ وہ نہیں جائے گی۔۔۔۔اب ناشتہ بھی نہیں کیا اور موڈ بھی اس کا خراب ہو گیا نا" اس کے جانے کے بعد مسٹر رندھاوا نے بیوی سے کہا۔

وہ گاڑی میں آ کر بیٹھی تو ڈرائیور نے گاڑی سٹارٹ کی اور روڈ پر ڈال دی۔وہ ونڈو سے باہر دیکھتی اسی سوچ میں گم تھی کہ اس کی وجہ سے اس کے ماما بابا دکھی تھے۔

☆......☆......☆

"ہیپی برتھڈے ٹو یو، ہیپی برتھڈے ٹو یو، ہیپی برتھڈے ڈیئر سیم، ہیپی برتھڈے ٹو یو"

وہ ایک دس سال کا بہت خوبصورت بچہ تھا جس کے گرد دوسرے بچے کھڑے اسے برتھڈے کی مبارک دے رہے تھے۔وہ بہت خوش تھا۔اس نے مسکراتے ہوئے اپنے باپ کو دیکھ کر کیک کاٹا۔۔۔۔اس کے بعد جلد ہی یہ منظر بدلتا چلا گیا۔وہ ایک اندھیرے کمرے کے ایک کونے میں سہما سا بیٹھا ہوا تھا اور اپنے کانوں میں مسلسل ایک چنگھاڑتی ہوئی آواز سن رہا تھا۔۔۔۔

"سیم۔۔۔۔۔۔کہاں ہو؟"

کوئی چلتا ہوا مسلسل بولے جا رہا تھا۔وہ ان قدموں کی چاپ کو اچھے سے پہچانتا تھا۔قدموں کی آواز اب اس کے کمرے کے باہر آ رہی تھی۔ایک دم کمرے کا دروازہ کھلا۔۔۔۔۔

"لیو می"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔اس کی سانسیں تیز تیز چل رہی تھیں اور اے سی کی کولنگ میں بھی اس کا جسم پسینے میں شرابور تھا۔اس نے بے قراری سے اپنے اردگرد دیکھا اور بے اختیار سکون کا سانس لیا وہ اپنے پینٹ ہاؤس میں اپنے بیڈ روم میں تھا۔اس کے ہواس ٹھکانے پر آئے تو اس نے موبائل اٹھا کر ٹائم دیکھا جہاں صبح کے ساڑھے چار بج رہے تھے۔سیم کو اچھے سے یاد تھا کہ پچھلے دس سالوں میں کوئی دن ایسا نہیں گزرا ہو گا کہ سیم کو وہ خواب نہ آیا ہو۔نیند تو اب آنی نہیں تھی وہ اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف گیا۔جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک ڈائری تھی۔یہ اس کے باپ کی ڈائری تھی۔اس نے ڈائری کھولی تو اس میں سے ایک تصویر نیچے گری۔اس نے وہ تصویر اٹھائی اور سامنے ٹیبل پر رکھ دی۔ڈائری میں ایک پوئم لکھی تھی۔۔۔۔۔

""Those special memories of you

Will always bring a smile

If only I could have you back

For just a little while

Thenwecouldsitandtalkagain

Justlikeweusedtodo

Youalwaysmeant soverymuch

Andalwayswilldotoo

Thefactthatyou'renolongerhere

Willalwayscausemepain

Butyou'reforeverinmyheart

Untilwemeetagain""

اس نے پوئم پڑھی۔ یہ پوئم اس نے ہی لکھی تھی اپنے باپ کے لئے۔۔۔ اس نے اپنے ہونٹوں کو سختی سے بھینچا ہوا تھا۔ اس نے ٹیبل سے پین اٹھایا اور لکھنا شروع کیا۔۔۔۔

"Heydaddy......

Ipromiseltriedtoholdbackthetears,

Butlcouldn't;lcried,ithurtsobad.

Icould'vedied,itmademesomad.

ToknowthatIcouldn'tstopyoufromleaving

Ilostmybestfriendwhenyouleft

Ilostmybuddy,myfriend,mybrother

Heydaddy.......

Imissyoualotineverymomentofmylife,

Yoursonneedsyoualot

Pleasecomeback

Heydaddy

Friend

Brother

Dad

Pleasecomeback"

ایک آنسواس کی آنکھ سے نکل کرڈائری میں جذب ہوگیا۔اگرکوئی دیکھتا توپتا چلتاوہ خود پرکتنا ضبط کررہا تھا۔اس کی آنکھیں ضبط سے لال ہوگئی تھیں۔۔۔

وہ خود پرکنٹرول کرتا ہوااٹھااورڈریسنگ ٹیبل کی طرف آیااورڈرارکھول کرکچھ ڈھونڈنے لگا۔اپنی مطلوبہ چیز ملنے کے بعدوہ واپس صوفے پرآ کربیٹھااوروہ تصویراٹھائی۔اس تصویرمیں ایک بچہ تھااوراس کے دائیں بائیں ایک آدمی اورایک عورت کھڑی تھی۔وہ ایک مکمل فیملی فوٹوتھی۔(کم ازکم دیکھنے والے کوایسا ہی لگتا تھا)۔۔۔اس نے قینچی سے جس طرف عورت کھڑی تھی وہ حصہ کاٹ دیا۔اب اس تصویرمیں صرف بچہ اورآدمی ہی تھے۔پل بھر کا کھیل تھااورمکمل فیملی کے ٹکڑے ہوگئے تھے۔کچھ مناظرصرف تصویروں کی حدتک ہی مکمل لگتے ہیں لیکن حقیقت کچھ اورہی ہوتی ہے۔۔۔۔

یہ سب کرنے کے بعدوہ اپنے کمرے سے باہرنکل آیا۔کچن میں گیااورفریج سے شراب کی بوتل نکالی اور گلاس لے کرلاؤنج میں صوفے پرآ کربیٹھ گیااورگلاس میں شراب انڈیل کرپینے لگا۔

ماضی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس بس یہی واحد حل تھا جس پر وہ عمل بھی کر رہا تھا۔۔۔۔

"آنکھ میں پانی، دل میں شعلے

جام پیو یا آگ سے کھیلو"

☆......☆......☆

ایک لمبے سفر کے بعد اس کا طیارہ جرمنی ائیر پورٹ پر لینڈ ہوا۔ چیکنگ کے مراحل سے گزرنے کے بعد وہ ائیر پورٹ سے باہر نکلا اور فضا میں ایک گہرا سانس چھوڑا۔ جنید اس کو سامنے ہی کھڑا نظر آ گیا۔ وہ اس کی طرف بڑھا۔۔

"کیسا رہا سفر؟"

جنید نے اس سے بغلگیر ہوتے ہوئے پوچھا۔۔

"سفر بالکل ٹھیک رہا۔ تم سناؤ کیسے ہو؟"

ہمدان نے اس سے علیحدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔۔

"تیرے سامنے ہوں بالکل فٹ"

وہ لوگ چلتے ہوئے گاڑی تک پہنچ گئے۔ جنید نے اس کا سامان گاڑی کی ڈگی میں رکھا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی سٹارٹ کی اور روڈ پر ڈال دی۔

"دانی میں نے تیرے کام کا بندوست کر لیا ہے۔۔ تو کسی چیز کی ٹینشن نہیں لینا۔ آج اچھی طرح تیار کر کے کل سے کام پر جانا شروع کر دینا"

جنید نے روڈ پر نظریں جمائے کہا

"تمہارا بہت بہت شکریہ یار تم نے میری اتنی مدد کی"

ہمدان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"ارے یار دوستی میں اتنا تو کر ہی سکتا تھا میں"

جنید نے جواباً کہا

"کام کیا ہے ویسے"

ہمدان نے وہ سوال کیا جو اسے بے چین کر رہا تھا

"میرا ایک دوست ہے ہوٹل میں کام کرتا ہے میں اس سے تیرا ذکر کیا تھا تو اس نے کہا کہ تم پہنچ جانا وہ جاب دلوا دے گا۔ دن میں ہوٹل میں کام کر لینا اور پارٹ ٹائم میں کوئی اور کام کر لینا"

جنید نے تفصیلاً بتایا تو ہمدان کو کچھ اطمینان ہوا۔ جنید نے اسے اس کی رہائش پر چھوڑا اور چلا گیا۔ رہائش گاہ اچھی تھی اس لیے ہمدان مطمئن ہو گیا۔ اس کے ساتھ اس کمرے میں دو اور لڑکے تھے۔ یہ رہائش گاہ اس نے جس ہوٹل میں جاب کرنی تھی ان کی طرف سے پیش کی گئی تھی۔ رات بھر سفر کی تھکان اُتارنے کے بعد وہ صبح ایک نئے عزم کے ساتھ اٹھا۔ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا تو مسئلہ قبلہ رخ کے تعین کا تھا۔ صد شکر کہ ان میں سے ایک لڑکا مسلمان تھا۔ اس نے ہمدان کو جائے نماز پر کھڑا دیکھا تو اس کو اشارے سے قبلہ کی سمت کا بتایا۔ ہمدان نے مسکراتے ہوئے سر کے خم سے اس کا شکریہ ادا کیا۔ وہ نماز کبھی قضا نہیں کرتا تھا۔ آج بھی وہ اپنے دن کا اور اپنے کام کا آغاز اللہ کو یاد کرنے کے بعد کرنا چاہتا تھا۔ "نیا ملک، نئے لوگ، نئی زبان تھی شروع میں مشکلات کا سامنا تو کرنا ہی تھا۔ پھر آہستہ آہستہ سب معمول پر آتا جائے گا"۔ نماز پڑھنے کے بعد تیار ہوتے ہوئے اس نے سوچا۔ گھر اپنے خیریت سے پہنچنے کی اطلاع وہ رات کو جنید کے فون سے ہی کر چکا تھا۔ ناشتہ کرنے کے بعد وہ ان لڑکوں کے ساتھ چل پڑا۔ ان کی ڈیوٹی تھی ہمدان کو ایک ہفتہ تک پک اینڈ ڈراپ دینے اور ہوٹل میں گائیڈ کرنے کی لیکن زبان مختلف ہونے کی وجہ سے بہت مشکل کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ ان کی گاڑی جب ہوٹل کے سامنے آ کر رکی اور وہ لوگ باہر نکلے تو ہمدان اتنے بڑے ہوٹل کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ وہ تو کوئی چھوٹا اور عام سا ہوٹل سمجھ رہا تھا لیکن یہ تو اس کی سوچ سے زیادہ بڑا ہوٹل تھا۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ چلتا ہوا ہوٹل میں داخل ہوا۔ ہوٹل کو اندر سے دیکھ کر اس کے ہونٹ "واؤ" کے انداز میں کھلے۔ وہ پہلی بار ایسا ہوٹل دیکھ رہا تھا۔ وہ لڑکے ہمدان کو چینجنگ روم میں لے آئے اور اسے سٹاف یونیفارم پہننے کو دیا۔ سٹاف یونیفارم پہننے کے بعد اسے ہوٹل کے مختلف ایریاز کا وزٹ کروایا۔ اس دوران وہ سٹاف کے دوسرے لوگوں سے بھی ملا اور خوش قسمتی سے اسے ایک پاکستانی ورکر بھی مل گیا تھا۔ وہ اپنے ہم وطن سے مل کر بہت خوش ہوا تھا۔ وہ لوگ اس وقت ہوٹل کی اینٹرینس میں کھڑے تھے جب اسے اشفاق سے معلوم ہوا کہ ہوٹل کی مالک آج وزٹ پر آئی ہوئی ہے۔

"وہ رہیں ہوٹل کی اونر"

وہ دونوں کھڑے باتیں کر رہے تھے جب اشفاق نے دوسری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔اشفاق تو کام سے چلا گیا لیکن ہمدان وہیں کھڑا تھا۔جب وہ اس کے سامنے سے گزر گئی تو ہمدان نے سلام کیا۔وہ رکی اور حیرت سے جواب دے کر چلی گئی۔۔۔۔

اشفاق نے ہمدان کو بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔ہمدان کو چونکہ وہاں کی زبان نہیں آتی تھی اس لئے اشفاق بہت اچھا مددگار ثابت ہوا تھا۔ہمدان اپنے کام سے کافی مطمئن تھا اس لیے اس نے پارٹ ٹائم میں بھی ہوٹل میں ہی کام کرنا بہتر سمجھا۔

☆......☆......☆

ہوٹل کے سامنے اس کی گاڑی رکی تو وہ سوچوں سے باہر نکلی۔وہاں موجود گارڈ نے فوراً گاڑی کا دروازہ کھولا۔وہ سب کے مارننگ وش کا جواب دیتی ہوئی لفٹ کے ذریعے تھرڈ فلور پر پہنچی جہاں اس کا آفس تھا۔مینیجر سے تمام اپڈیٹس لینے اور ضروری فائلز پر سائن کرنے کے بعد آفس سے باہر نکل آئی۔

"اسلام وعلیکم میم"

وہ مینیجر سے کچھ ڈسکس کرتی ہوئی جا رہی تھی کہ آواز پر ٹھٹھک کر رک گئی۔وہ مڑی تو اس کے سامنے بائیس تئیس سال کا ایک نوجوان کھڑا تھا۔وہ یقین سے کہہ سکتی تھی کہ وہ پاکستانی تھا لیکن اس نے اس کو پہلے نہیں دیکھا تھا۔وہ سٹاف یونیفارم میں ملبوس تھا۔

"وعلیکم اسلام"

اس نے کچھ حیرانی سے جواب دیا کیونکہ ہوٹل کے سٹاف میں سے آج تک کسی نے سلام نہیں کیا تھا وہ سب مارننگ وش کرتے تھے چاہے وہ مسلمان ہوں یا کرسچن۔اس نے تعجب سے مینجر کی طرف دیکھا تو اس نے جلدی سے جواب دیا۔

"میم یہ نیو ایمپلائے ہے ضرورت تھی تو میں نے اوکے کر دیا"

"اوکے اینڈ ویلکم ٹو گرینڈ حیات"

اس نے مینیجر کو جواب دیتے ساتھ اس کو خوش آمدید کہا اور قدم باہر کی جانب بڑھا دیئے اس کی میٹنگ کا ٹائم ہو رہا تھا۔

آبش میٹنگ اٹینڈ کرنے کے بعد جب گھر آئی تو مسٹر رندھاوا گھر نہیں تھے۔ وہ فریش ہونے کے لیے اپنے روم میں چلی گئی۔ اس کا روم بہت نفاست سے سجا ہوا تھا۔ اس کے روم میں گرے کلر کا زیادہ استعمال کیا گیا تھا چاہے وہ دیواروں پر پینٹ ہو صوفے ہوں یا پردے۔ اس کا کمرہ ایک فائیو سٹار ہوٹل کی مالک کا جیسا ہونا چاہیے تھا ویسا بالکل بھی نہیں تھا اس کا روم سادگی سے سجا ہوا تھا۔ فریش ہونے کے بعد وہ اپنی ماما کے روم میں گئی۔ وہ پیکنگ کر رہی تھیں۔

"اسلام وعلیکم ماما"

وہ سلام کرتے ہوئے بیٹھ گئی۔ انہوں نے کپڑوں کی تہہ لگاتے ہوئے سلام کا جواب دیا۔

"بابا کہاں ہیں؟"

اس نے بات کو بڑھانے کے لیے پوچھا۔

"آفس کے کام سے گئے ہیں۔۔۔۔۔ صبح کہہ کر تو گئے تھے کہ جلدی آجائیں گے"

انہوں نے جواب دیا ہی تھا کہ گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ کچھ دیر بعد مسٹر رندھاوا کمرے میں موجود تھے۔ انہوں نے سلام کیا تو آبش اور مسز رندھاوا نے مشترکہ جواب دیا۔

"ہاں بھئی کیسی رہی ہماری بیٹی کی میٹنگ اور کس سلسلے میں تھی؟"

انہوں نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ مسز رندھاوا ان کے لئے پانی لینے چلی گئی تھیں۔

"بابا میٹنگ تو اچھی رہی۔۔۔۔۔ مسٹر مائیکل کی نواسی کی شادی ہے۔۔۔۔۔ بیٹی تو مانچسٹر میں ہے اور لڑکا بھی وہیں ہوتا ہے لیکن مسٹر مائیکل اپنی نواسی کی شادی خود کروانا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ اپنے گیسٹس کو ہمارے ہوٹل ٹھرانا چاہتے ہیں اور پارٹی بھی وہیں کروانا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ چونکہ شادی کروانے کی ذمہ داری وہ خود لے رہے ہیں تو انتظام بھی انہوں نے ہی کروانا ہے اسی لیے میٹنگ رکھی تھی"

آبش نے تفصیلاً بتایا۔

"لیکن آبش ہوٹل تو فل ہی رہتا ہے ہمیشہ اور میرا نہیں خیال کہ کبھی ہوٹل میں اتنے روم فری ہوں تو پھر۔۔۔۔۔؟"

مسٹر رندھاوا نے گلاس بیوی کو تھماتے ہوئے کہا

"جی بابا ابھی تو فل ہے لیکن شادی میں ابھی بیس دن ہیں تب جتنے روم ہمیں فری چاہیے اتنے ہو جائیں گے۔۔۔۔بابا مسٹر مائیکل کو میں نے بہت انکار کیا لیکن ان کا اصرار ختم نہیں ہوا تو مجھے ماننا پڑا۔۔۔۔۔اور ویسے بھی وہ بہت اچھی آفر دے رہے تھے۔۔۔۔۔میں نے ٹھیک کیا نا بابا؟"

آبش نے جواب دینے کے ساتھ پوچھا

"ہاں میری بیٹی کچھ غلط نہیں کرتی"

انہوں نے پیار سے کہا

"آپ لوگ پاکستان کب جا رہے ہیں اور کتنے دنوں کے لئے؟"

اس نے ماما اور بابا دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"پرسوں کی فلائیٹ ہے اور اگلے ماہ کے آخر میں آئیں گے۔۔۔۔۔۔وہاں پر بہت سے کام پینڈنگ ہیں" مسٹر رندھاوا نے جواب دیا۔

"بابا اتنے دن۔۔۔۔۔۔میں آپ دونوں کے بغیر کیسے رہوں گی اتنے دن۔۔۔۔یہ بہت زیادہ ہے۔۔۔۔آپ اگلے ہفتے آجائے گا"

ان کے اتنے لمبے قیام کا سن کر وہ پریشان ہو گئی تھی۔

"اتنے زیادہ بھی نہیں ہیں آبش تیس دنوں کی تو بات ہے اور تمہارے بابا نے کہا نا کہ بہت ہے ادھر اس لیے اتنے دن رہنا پڑے گا۔۔۔۔۔۔اور تمہیں کہا تو تھا ساتھ چلنے کو لیکن تم راضی ہی نہیں ہوئی۔۔۔"

مسز رندھاوا نے جواب دیا۔ اتنا لمبا قیام بھی نہیں تھا لیکن وہ کیسے سمجھتی وہ ان کے بغیر اتنے دن رہی جو نہیں تھی اس لئے اس دفعہ تیس دنوں کا سن کر پریشان ہو گئی تھی۔۔۔

"ماما بابا۔۔۔۔۔ایم ریئلی سوری۔۔۔۔۔میں آپ کو بہت تنگ کرتی ہوں نا۔۔۔۔۔۔لیکن آئی پرامس

میں اب آپ کو بالکل بھی تنگ نہیں کروں گی۔۔۔۔۔ مجھے اس بار کام ہے۔۔۔۔ لیکن نیکسٹ ٹائم جب آپ جاؤ گے تو میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی"

اس نے ماما بابا کا ہاتھ پکڑ کر روتے ہوئے کہا۔۔

"ارے نہیں آبش۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے روتے نہیں بیٹا۔۔۔ ہماری بیٹی تو ہمیں بالکل بھی تنگ نہیں کرتی۔۔۔۔۔ بلکہ ہمیں تو تم پر فخر ہے۔۔۔"

مسٹر رندھاوا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا

"آبش رو نہیں بچہ۔۔۔۔۔ میں نے تو ایسے ہی تمہیں کہہ دیا تھا۔۔۔۔ تمہارے بابا بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔۔۔۔ تم بالکل بھی پریشان نہیں کرتی ہمیں تو فخر ہے کہ ہماری بیٹی کتنی اچھی ہے"

مسز رندھاوا نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں تو آبش کو روتا دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے۔ آبش کو جب اندازہ ہوا کہ اس کے رونے کی وجہ سے ماما بابا پریشان ہو رہے ہیں تو اس نے جلدی سے اپنے آنسو صاف کیے اور ان کو دیکھ کر مسکرائی۔

اور یہی تو اچھی بیٹیوں کا شیوہ ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کو ذرا بھی پریشان نہیں دیکھ سکتیں۔۔۔۔۔ ان کی تکلیف پر روتی ہیں۔۔۔۔۔ ان کی تکلیف پر روتی ہیں۔۔۔۔ ان کو پریشان دیکھ کر سکون ان کا غارت ہوتا ہے۔۔۔ ان کے چہرے پر رونق اور مسکراہٹ دیکھ کر جیتی ہیں۔ آبش کو مسکراتا دیکھ کر وہ بھی مسکرا دیئے۔



وہ ایک گھپ اندھیر کمرہ تھا جہاں اس کو ایک کرسی پر رسیوں سے باندھا گیا تھا۔ اس کی حالت بہت خراب تھی۔ اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلکی ہوئی تھی۔ وہ بالکل ہڈیوں کا ڈھانچہ لگ رہا تھا۔ کوئی کمزور دل دیکھتا تو اس کا کلیجہ منہ کو آتا۔ اس کی حالت اس قدر خراب تھی کہ ایسا لگتا تھا جیسے اس پر مسلسل تشدد کیا جاتا رہا تھا۔ جانے کتنے دن بعد اس کو کھانا ملتا تھا۔ اس کو قدموں کی چاپ سنائی دی تو وہ نفی میں سر ہلانے لگا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ لوگ اسے ٹارچر کرنے آ رہے تھے۔ وہ گہرے اور تیزی سے سانس لینے لگا۔ نرس نے دیکھا کہ اس کی حالت خراب ہو رہی ہے تو اس نے جلدی سے ڈاکٹر کو بلایا۔ اس نے دیکھا کہ وہ لوگ اس کو پکڑنے لگے تھے۔ اس نے ہاتھ

پاؤں مارنا شروع کر دیا۔اس نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولیں تو اپنے سامنے نرس اور ڈاکٹر کو دیکھا۔اس نے نظریں گھما کر اطراف میں دیکھا تو خود کو ہسپتال کے کمرے میں پایا۔آہستہ آہستہ اس کے حواس جاگنے لگے تو اس کو یاد آیا کہ کل وہ اس قید سے باہر نکلا تھا اور پھر اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا اس کے بعد کیا ہوا اس کو کچھ یاد نہیں تھا۔

"جس کی گاڑی سے ایکسیڈنٹ ہوا تھا شاید وہی آدمی اس کو ہسپتال لے کر آیا تھا۔" اس نے سوچا۔ڈاکٹر نے اسے نیند کا انجکشن لگایا اور آرام کرنے کا کہتا ہوا چلا گیا۔وہ ایک بار پھر سے نیند کی وادیوں میں اترتا چلا گیا۔فی الحال اس کے لئے یہی ٹھیک تھا۔۔۔

☆......☆......☆

اس کی دوبارہ آنکھ جب کھلی تو کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔اس بار اس کی آنکھ کسی برے خواب کی وجہ نہیں کھلی تھی بلکہ وہ نارمل طریقے سے سوتے سے اٹھا تھا۔ڈاکٹر نے شاید اسی لیے نیند کا انجکشن دیا تھا تا کہ اس کی نیند پوری ہو جائے۔وہ چت لیٹا اندھیرے میں چھت کو گھور رہا جب کمرے کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر نرس اور وہی چہرہ نظر آیا جس کو اس نے بے ہوش ہوتے وقت دیکھا تھا۔ڈاکٹر نے آ کر اس کو چیک کیا اور اس اجنبی اسے کچھ بات کرنے کے بعد چلا گیا۔اس نے اس شخص کی طرف دیکھا جو بلیک پینٹ، وائٹ ڈریس شرٹ جس کے بازو کہنیوں تک فولڈ تھے اس کے اوپر بلیک ڈریس ویسٹ پہنے بہت ڈیسینٹ لگ رہا تھا۔ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ابھی سیدھا آفس سے یہاں آیا ہو۔

"میں معذرت خواہ ہوں کہ میری گاڑی سے آپ کا ایکسیڈنٹ ہوا اور پھر آج آپ کو دیکھنے بھی نہیں آیا دراصل میری آج بہت اہم میٹنگ تھی اس لیے نہیں آ پایا تھا۔۔۔۔۔آپ کا نام۔۔۔۔۔؟"

اس اجنبی شخص نے اس سے پوچھا۔

"داؤد۔۔۔۔میرے لئے سب کرنے کا بہت شکریہ۔۔۔۔۔آپ؟"

اتنی سی بات کرتے ہوئے اس کی سانس پھول گئی تھی۔

"میں ثمروز ہوں"

اس کی حالت اب بھی ٹھیک نہیں تھی۔ثمروز نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔اس کو ڈاکٹر کی باتیں یاد آنے

لگیں جس نے کہا تھا:

"آپ کے پیشنٹ کی کنڈیشن بہت خراب تھی۔ان کی حالت دیکھ کر ایسا لگ رہا ہے جیسا ان کو کئی سالوں سے مارا پیٹا گیا ہے۔ان کی باڈی میں ڈرگز کی کافی مقدار پائی گئی ہے۔ان کو مناسب خوراک بھی نہیں ملی۔انہوں نے اتنے سالوں سے سورج کی روشنی نہیں دیکھی ابھی جب یہ سورج کی روشنی دیکھیں گے تو ہو سکتا ہے ان کی آنکھوں پر اثر پڑے لیکن کوئی خطرے والی بات نہیں ہو گی۔یہ ان کی ول پاور ہے جو اتنا ٹارچ سہنے کے بعد بھی وہ زندہ ہیں۔ابھی ہم انہیں ہاسپٹل ہی رکھیں گے تا کہ ان کی باڈی سے ڈرگز ریموو کی جا سکیں۔آپ کا کیا ریلیشن ہے ان سے؟" ڈاکٹر نے مشکوک نظروں سے اس کو دیکھا۔

"میری گاڑی سے ایکسیڈنٹ ہوا تھا ان کا"

ثمروز نے جواباً کہا

"آئی تھنک یہ پولیس کیس ہے آپ کو پولیس کو انفارم کرنا چاہیے"

ڈاکٹر نے کہا تو اس نے مروت میں سر ہلا دیا ورنہ اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔

"یہ کون سی جگہ ہے؟"

داوؤد کی آواز پر وہ چونکا

"مانچسٹر۔۔۔۔۔۔۔مانچسٹر میں ہو تم اس وقت"

ثمروز نے جواب دیا۔

"مانچسٹر۔۔۔۔۔۔۔"

داوؤد بڑبڑایا اور آنکھیں موند لیں۔ثمروز اس سے اس کی حالت کی وجہ پوچھنا چاہتا تھا لیکن اس کی حالت کے پیش نظر خاموش رہا۔۔۔۔۔

☆......☆......☆

وہ اپنے آفس میں بیٹھا کام کر رہا تھا جب میکس آفس کا دروازہ دھڑام سے کھول کر اندر داخل ہوا۔

"تمہارا جو بھی کام ہے جیسا ہے ویسا ہی رہنے دو اور جلدی سے اٹھو لنچ پر چلتے ہیں"

میکس اندر آتے ہی شروع ہو گیا تھا جبکہ سیم اس کو تعجب سے دیکھ رہا تھا آج سے پہلے میکس نے ایسی حرکت نہیں کی تھی۔

"میکس آرام سے بیٹھ کر بات کرو"

سیم نے اپنے تاثرات کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

"تو سیم اگر میں بیٹھ گیا تو پھر لنچ کے لیے لیٹ ہو جائیں گے۔۔۔۔۔۔تم بس جلدی سے اٹھو"

سیم کو مجبوراً اٹھنا پڑا کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔میکس اسے لئے بغیر جانے والا نہیں تھا۔

"میرے پاس تمہارے لیے ایک خبر ہے"

کچھ ہی دیر میں وہ ریسٹورنٹ میں موجود تھے۔میکس نے کھانا کھاتے ہوئے بات شروع کی۔سیم نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی ہے۔اگلے ماہ کی پندرہ تاریخ ہے"

میکس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔۔۔واؤ۔۔۔۔مبارک ہو۔۔۔۔پھر بکنگ کے لیے کونسا ہوٹل دیکھا ہے تم نے؟"

میکس سیم کے سوال پر سنجیدہ ہوا۔

"ایکچوئیلی جینی کے گرینڈ پا نے سب انتظامات کرنے ہیں۔ان کا اصرار ہے کہ جینی کی شادی وہ خود کریں گے اور شادی یہاں نہیں ہوگی" میکس نے سنجیدگی سے بتایا۔

"رئیلی۔۔۔۔۔۔۔پھر کہاں ہوگی؟"

سیم نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"برلن"

میکس نے یک لفظی جواب دیا۔کھانا کھاتے ہوئے سیم کے ہاتھ رک گئے۔اس نے حیرت سے میکس کی طرف دیکھا۔میکس اس کی حیرانی بھانپ کر گویا ہوا۔

"جینی کی ماں برلن سے ہیں تو اب اس کے گرینڈ پا چاہتے ہیں کہ جینی کی شادی بھی برلن میں ہی ہو"

"ہمم۔۔۔۔۔اچھا آئیڈیا ہے ان کا۔۔لیکن میں۔۔۔۔۔"

"سیم میں چاہتا ہوں کہ تم میری شادی میں آؤ۔۔۔۔۔۔۔میں نہیں جانتا تم کس وجہ سے وہاں نہیں جاتے۔۔۔۔۔لیکن اگر تم میری شادی میں آؤ گے تو مجھے خوشی ہوگی۔۔۔۔۔۔۔۔میں تمہیں فورس نہیں کر رہا اور نہ ہی کروں گا کیونکہ مجھے پتا ہے تم نے وہی کرنا ہے جو تمہارا دل چاہے گا۔۔۔۔۔۔لیکن پھر بھی میں تم سے ریکویسٹ کر رہا ہوں۔۔۔۔۔۔اب یہ تم پر ہے تم آؤ گے یا نہیں۔۔۔۔۔۔اگر تم ہماری دوستی کے لئے اتنا بھی نہیں کر سکتے تو پھر میں کیا کہہ سکتا ہوں"

میکس نے سیم کی بات کاٹ کر کہا اور ناراض سا اٹھ کر چلا گیا۔سیم سوچ میں پڑ گیا کیونکہ یہ تو وہ بھی جانتا تھا کہ میکس اس سے کتنا مخلص ہے۔سیم نے بل پے کیا اور چلا گیا اس کو فیصلہ کرنے میں ابھی وقت درکار تھا۔

☆......☆......☆

ہمدان کو ہوٹل میں کام کرتے ہوئے دو ماہ گزر چکے تھے۔اس کی تنخواہ اچھی تھی اور جو ٹپس اور بونس وغیرہ تھا وہ الگ وہ اپنے کام سے بے حد مطمئن تھا۔ان دو ماہ میں وہ کام کو بہت اچھے سے سمجھ چکا تھا اور انگلش بھی کافی حد تک بولنا شروع ہو گیا تھا۔اس عرصہ میں ہمدان نے ایک بات اور نوٹ کی تھی وہ یہ کہ ہوٹل کی اونر جب بھی ہوٹل آتی اس کو بہت غور سے دیکھتی رہتی۔گھر بھی بات ہوتی تھی۔سب بہت اچھے سے چل رہا تھا۔وہ اپنی زندگی سے مطمئن ہو گیا تھا۔لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ سکون صرف چند دن کے لئے تھا۔

معمول کے مطابق اس دن بھی ہمدان ہوٹل پہنچا تو اسے غیر معمولی ہلچل کا احساس ہوا۔بعد میں معلوم ہوا کہ ہوٹل کی اونر آ رہی ہیں۔ہمیشہ ایسا ہی ہوتا تھا جب بھی آتی تھی اسی طرح ہلچل مچ جاتی تھی۔ہمدان کندھے اچکا کر چلا گیا اور اپنا کام کرنا شروع کیا۔وہ اپنے کام میں مصروف تھا جب تقریباً ایک گھنٹے بعد اس کو ایک ورکر نے اطلاع دی کہ میڈم اسے اپنے آفس میں بلا رہی ہیں۔ہمدان ٹھٹھک گیا کیونکہ میڈم جب بھی آتی تھیں ہمیشہ مینیجر سے ہی بات کرتی تھیں اور ویسے بھی اتنے بڑے ہوٹل میں کوئی ایک ورکر تو تھا نہیں کہ وہ سب کی طرف دھیان دیتیں تو اب ہمدان کو سپیشل اپنے آفس میں بلانا اسے ٹھٹھک جانے پر مجبور کر گیا۔اس کو یہی ڈر تھا کہ کہیں اسے کام سے نکال نہ دیا جائے۔وہ اللہ کا نام لیتا ہوا آفس کی طرف چل پڑا۔اس نے آفس کا دروازہ ناک کیا

اور اجازت ملنے پر اندر داخل ہو گیا۔

"آئیں آئیں مسٹر ہمدان بیٹھیے"

میڈم نے سامنے پڑی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور خود لیپ ٹاپ بند کر کے سائیڈ پر رکھا اور ایک فائل پکڑ کر سامنے رکھی۔

"میڈم آپ نے بلایا تھا"

ہمدان نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔

"جی میں نے آپ کو بلایا تھا۔۔۔۔تو ہم فالتو باتوں کو چھوڑ کر ٹو دا پوائنٹ بات کرتے ہیں۔۔۔ہمدان مصطفیٰ پاکستان کے شہر لاہور کے ایک گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ چار بہنیں اور ایک چھوٹا بھائی ہے۔ باپ معذور ہے اور علاج کے لیے پیسے نہیں تھے۔۔۔۔ جو کمانے کے لئے آپ یہاں پر کام کر رہے ہیں"؟ میڈم نے فائل سے دیکھتے ہوئے اسے سب بتایا۔

"آ۔۔۔۔آپ سب کیسے جانتی ہیں؟ اور ان سب باتوں کو بتانے کا مطلب کیا ہے؟"

ہمدان بالکل حیران بیٹھا تھا کیونکہ یہاں پر جنید کے علاوہ کوئی بھی اس کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔

"مسٹر ہمدان آپ کو کیا لگتا ہے آپ میرے ہوٹل میں کام کرتے ہیں اور مجھے آپ کے بارے میں کچھ بھی پتا نہیں ہوگا" وہ رکی پھر بولی۔ "اور رہی بات مطلب کی تو۔۔۔۔۔۔میرے پاس آپ کے لئے ایک آفر ہے منظور ہو تو بتایئے"

"کیسی آفر؟" ہمدان نے پوچھا.

"میں آپ کو اتنی رقم دوں گی کہ اس سے آپ اپنے دوست کا قرضہ اتار سکتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔اپنے والد کا علاج کروا سکتے ہیں اور تو اور آپ کی فیملی ایک ویل سوسائٹی میں موو کر جائے گی۔۔۔۔اور آپ کے بھائی بہنوں کا مستقبل بھی سنور جائے گا۔۔۔لیکن۔۔۔۔اس کے بدلے میں آپ کو۔۔۔۔۔۔۔"

اس کے بعد میڈم نے جو کہا وہ سن کر ہمدان اس کو حیران کن نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

☆......☆......☆

داؤد کی حالت اب پہلے سے بہت بہتر تھی۔ وہ ڈاکٹر کی امید سے زیادہ جلدی ریکور کر رہا تھا۔ دو ہفتے اس کو ہسپتال میں ہی رکھا گیا تھا اور آج اس کو ڈسچارج ملنا تھا۔ ان دو ہفتوں میں ثمروز اس سے روزانہ ملنے آتا تھا۔ وہ داؤد سے اس کی حالت کی وجہ پوچھنا چاہتا تھا لیکن پھر کچھ سوچ کر خاموش ہی رہتا۔

"ثمروز میں تمہارا شکریہ ادا کیسے کروں مجھے سمجھ نہیں آ رہا۔۔۔۔۔۔ بلکہ شکریہ تو بہت چھوٹا لفظ ہے اس سب کے لیے جو تم نے میرے لئے کیا۔۔۔۔۔ اگر تم مجھے ہاسپٹل میں لے کر نہیں آتے تو میں آج زندہ بھی نہیں ہوتا۔ تمہارا بہت بڑا احسان ہے مجھ پر۔۔۔۔۔۔ لیکن اگر تمہیں کبھی بھی میری مدد کی ضرورت محسوس ہو تو پھر بلا جھجک تم مجھے کہنا تمہاری مدد کر کے مجھے بہت خوشی ہو گی۔۔۔۔۔۔ اور تمہاری مدد کے لیے تم جب بھی مجھے بلاؤ گے میں ہمیشہ آؤں گا"

ہاسپٹل سے ڈسچارج لے کر وہ دونوں باہر کھڑے تھے جب داؤد نے کہنا شروع کیا۔

"کوئی بات نہیں۔ تمہارا ایکسیڈنٹ بھی تو میری گاڑی سے ہی ہوا تھا نا تو تمہیں ہاسپٹل لانا میری ذمہ داری تھی۔۔۔۔ اور ہاں جب مجھے لگے گا کہ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے تو میں تمہیں ضرور بلاؤں گا۔۔۔۔ ابھی گھر کیسے جاؤ گے؟" ثمروز نے اسے جواب دینے کے ساتھ سوال کیا۔

"پتا نہیں۔۔۔۔۔۔ سوچ رہا ہوں" داؤد نے جواباً کہا۔

"تم مجھے ایڈریس بتاؤ میں تمہیں ڈراپ کر دیتا ہوں۔۔۔۔ ایسے کیسے جاؤ گے نہ تمہارے پاس تمہارے ڈاکومنٹس ہیں اور نہ ہی ٹیکسی کو پے کرنے کے لئے اماؤنٹ ہے"

ثمروز نے کہا تو داؤد سوچ میں پڑ گیا پھر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ چار گھنٹے کے سفر کے بعد وہ داؤد کے بتائے ہوئے ایڈریس پر موجود تھے۔ داؤد نے ثمروز کو بھی ساتھ چلنے کی آفر کی تو وہ بھی اس کے ساتھ گاڑی سے باہر نکل آیا۔ داؤد نے ڈور بیل بجائی تو ایک آدمی نے کچھ دیر بعد گیٹ کھولا۔

"کس سے ملنا ہے آپ دونوں کو؟"

وہ آدمی سوالیہ نظروں سے ان دونوں کو دیکھنے لگا۔

"یہ میرا گھر ہے اور تم کون ہو؟ کیا کر رہے ہو یہاں پر؟"

داوٗد نے حیران ہوتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"میں یہاں گھر کی دیکھ بھال کرتا ہوں۔۔۔۔گھر کے مالکان یہاں سے شفٹ کر چکے ہیں۔۔۔۔سوری سر میں آپ کو ایسے اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا"

اس آدمی نے بتایا تو داوٗد ششدر رہ گیا۔

" کہاں شفٹ ہوئے ہیں کوئی آئیڈیا ہے؟"

داوٗد کی بجائے ثمروز نے پوچھا۔

"سوری سر میں یہ نہیں جانتا۔۔۔۔۔۔مجھے دو سال پہلے ہی یہ جاب ملی ہے۔۔۔۔۔۔میرا ان سے کوئی رابطہ نہیں۔۔۔۔مجھے بس اس گھر کی حفاظت کے لئے رکھا گیا ہے۔۔۔۔لیکن ہاں سال میں ایک دفعہ سر یہاں پر چکر ضرور لگاتے ہیں"

وہ آدمی شاید ثمروز کی پرسنیلٹی سے متاثر ہوا تھا اس لیے سب بتا رہا تھا۔

"اوکے تم یہ کارڈ رکھو وہ جب بھی آئیں تم اس نمبر پر کال کر کے ہمیں بتانا۔۔۔۔۔۔۔۔ویسے کچھ اندازہ ہے کب آئیں گے؟"

ثمروز نے اسے کارڈ تھماتے ہوئے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ثمروز نے داوٗد کو دیکھا جو بت بنا کھڑا تھا۔ثمروز نے اسے کھینچ کر گاڑی میں لا کر بیٹھایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"اٹس اوکے داوٗد تمہارے فادر آئیں گے تو پتا چل جائے گا۔۔۔۔۔۔۔تم تب تک میرے ساتھ رہو"

ثمروز نے اس کا کندھا تھپتھپا کر تسلی دیتے ہوئے کہا جبکہ داوٗد خاموش نظروں سے سامنے دیکھ رہا تھا۔

☆......☆......☆

آبش آفس میں بیٹھی کام کر رہی تھی جب اس کا سیل فون بج اٹھا۔

"ہیلو" اس نے نظریں لیپ ٹاپ پر جمائے بنا دیکھے کال ریسیو کی۔

"وعلیکم اسلام! بابا میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں اور ماما کیسی ہیں؟"

دوسری طرف سے مسٹر رندھاوا کی آواز سن کر وہ کرسی سے ٹیک لگا کر آرام سے بیٹھ گئی۔

"سب ٹھیک ہے یہاں پر بس برڈن بڑھ گیا ہے۔۔۔۔۔خیر آپ بتائیں کیسا چل رہا ہے سب وہاں پر؟"

اپنی بات کہہ کر دوسری طرف کی بات سننے لگی۔

"ہاہاہا۔۔۔۔۔۔بابا آپ فکر نہیں کریں اب ایسا بھی برڈن نہیں ہے کہ آپ کے آفس کا راؤنڈ ہی نہ لگا سکوں۔۔۔۔۔میں چلی جاؤں گی۔۔۔۔۔۔آپ بس جلدی سے کام نمٹا کر واپس آجائیں"

وہ خاموش ہوئی اور دوسری طرف کی بات سننے لگی۔

"اوکے اللہ حافظ ماما کو سلام کہہ دیجئے گا"

موبائل بند کر کے ٹیبل پر رکھا اور پھر سے لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوگئی۔وہ کام مکمل کر کے کھڑی ہوئی اور باہر کی طرف چل پڑی۔لفٹ کی طرف جاتے ہوئے مینیجر سے ملاقات ہوگئی جو شاید اس کے آفس ہی آرہا تھا۔

"یس مسٹر ہیری مسٹر مائیکل کے مینیجر سے بات ہوگئی آپ کی؟"

اس نے رک کر مینیجر سے پوچھا۔

"یس میم۔۔۔۔۔میری بات ہوگئی ہے۔۔۔۔۔۔۔انہوں نے ڈیٹیلز سینڈ کر دی ہیں پارٹی کی تھیم کے حوالے سے" وہ چلتے ہوئے اب لفٹ میں اینٹر ہوگئی تھی اور مینیجر اسے چلتے ہوئے تفصیلات بتا رہا تھا۔"اوکے گڈ۔۔۔آرگنائزر سے بات ہوگئی؟"اس نے پوچھا۔

"یس میم۔۔۔۔۔۔سب ہوگیا ہے"

"گڈ۔۔۔۔مسٹر ہیری کسی قسم کی کوئی غلطی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ مسٹر مائیکل کتنے بڑے بزنس مین ہیں تو ان کو گیدرنگ میں بھی عام لوگ نہیں ہوں گے۔۔۔۔کل سے گیسٹس آنا شروع ہوجائیں گے۔۔۔۔۔رومز کو ایک بار پھر چیک کرلیں۔۔۔۔ آئی ریپیٹ مسٹر ہیری۔۔۔۔۔۔کوئی غلطی نہیں۔۔۔۔ اینڈ آئی مین اٹ"

لفٹ گراؤنڈ فلور پر پہنچ چکی تھی۔وہ اپنی بات کہہ کر چلی گئی جبکہ مینیجر رومز چیک کرنے چلا گیا تھا۔بلاشبہ وہ خوبصورت لڑکی ایک سخت گیر باس تھی۔

☆......☆......☆

بلیک جوگرز اور بلیک ہی جاگنگ سوٹ پہنے کانوں میں ائیر فون لگائے وہ ٹریک پر دوڑا چلا جا رہا تھا۔اس کے پاس سے گزرنے والے لوگ ایک دفعہ مڑ کر تو اسے ضرور دیکھتے وہ تھا ہی اتنا ہینڈسم کہ نظر خود بہ خود اس کو دیکھنے کے لئے اٹھتی۔لیکن وہ ان سب سے بے نیاز اپنی سوچ میں مگن دوڑ رہا تھا۔وہ ان نظروں کا عادی ہو چکا تھا۔دو ہفتوں سے اسی بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ برلن جائے یا نہیں۔وہ ایک بینچ پر بیٹھ گیا اور کسی نتیجے پر پہنچ کر اس نے فیصلہ کیا اور اٹھ کر قدم باہر کی جانب بڑھا دیئے۔ایک گھنٹے بعد وہ بالکل تیار گاڑی میں بیٹھا میکس کے آفس کی طرف جا رہا تھا۔میکس نے اس دن کے بعد سے اس سے بات نہیں کی تھی۔اسے اب اپنے اس دوست کو منانا تھا جو ہر قدم پر اس کے ساتھ کھڑا ہوتا تھا۔جس نے اس کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑا تھا۔ٹھیک پندرہ منٹ بعد وہ میکس کے آفس کے باہر کھڑا تھا۔اس نے آفس کا دروازہ ناک کیا۔

"لیس کم ان" اندر سے میکس کی مصروف سی آواز سنائی دی۔وہ اندر داخل ہوا۔میکس اپنے لیپ ٹاپ پر کچھ کام کر رہا تھا پاس ہی فائل بھی کھلی پڑی ہوئی تھی۔اس سر اٹھا کر آنے والے کو دیکھا اور سیم کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔کوئی اور وقت ہوتا تو وہ یقیناً سیم کی آمد پر بہت خوش ہوتا لیکن چونکہ وہ اس سے اس وقت ناراض تھا اس لیے نظریں دوبارہ لیپ ٹاپ پر جما دیں۔

"اگر تمہیں میرا یہاں آنا اچھا نہیں لگا تو میں واپس چلا جاتا ہوں" سیم کھڑا ہو گیا۔

"آرام سے بیٹھ جاؤ اگر تمہیں دو ہفتوں بعد یاد آ ہی گیا ہے کہ تمہارا کوئی دوست بھی ہے" اس کی توقع کے عین مطابق میکس لیپ ٹاپ بند کرتا ہوا اس سے گویا ہوا۔"لیکن ایک بات یاد رہے میں اب بھی تم سے ناراض ہوں" میکس نے یاد کروانا ضروری سمجھا۔

"اچھا اگر چلنے کے راضی ہو جاؤں پھر بھی ناراض رہو گے؟"

سیم نے بلآخر اپنا فیصلہ سنایا۔اس کی بات سن کر پہلے تو وہ خاموش رہا لیکن جب سمجھ تو اس نے حیرانی سے سیم کی طرف دیکھا پھر ایک دم جوش سے اٹھ کر اس کی طرف آیا۔

"او مائی گاڈ تم۔۔۔۔۔۔۔تم سچ کہہ رہے ہو؟ ہاہاہا مطلب تم میری شادی میں آ ؤ گے۔۔۔۔۔۔۔اوہ واؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔تھینک یو سو مچ سیم"

اس نے بے یقینی سے پوچھا پھر خوشی سے اسے گلے لگالیا۔سیم کو آج اندازہ ہوا تھا کہ اس نے اتنے سال میکس کی مخلصی کو نظر انداز کیے رکھا۔

"اوکے ایک ہفتے بعد شادی ہے پھر کب چل رہے ہو؟"

سیم نے استفسار کیا۔

"جینی تو چلی گئی ہے۔۔۔۔اس نے بتایا تھا کہ کل سے گیسٹس آنا شروع ہو جائیں گے۔۔۔۔میری بھی کل کی ہی فلائیٹ ہے۔۔۔۔شاپنگ بھی ادھر ہی کرنی ہے۔۔۔اب تم بتاؤ تمہارا کیا پلان ہے؟"

میکس نے تفصیل سے بتانے کے بعد اس سے پوچھا۔

"کل تو بالکل بھی نہیں چل سکتا میری بہت اہم امپورٹنٹ میٹنگ ہے۔۔۔۔ہاں پرسوں چل سکتا ہوں۔۔۔۔تب تک آفس کے باقی کام بھی دیکھ لوں گا" سیم نے بتایا۔

"ٹھیک ہے پھر ایسا کرتے ہیں کہ میں بھی اپنی پرسوں کی فلائیٹ کروالیتا ہوں اور تمہاری بھی بک کروالیتا ہوں" میکس نے کچھ سوچ کر کہا۔

"بہتر رہے گا۔۔۔۔۔۔اوکے میں چلتا ہوں آفس لیٹ ہو رہا ہے۔پرسوں ائیر پورٹ پر ملیں گے"

سیم کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔سیم اور میکس کے آفس تقریباً دس منٹ کی ڈرائیو پر تھے اس لئے ٹھیک دس منٹ بعد وہ اپنے آفس میں موجود تھا۔

جب کوئی چیز یا جگہ ہمیں ہانٹ کرتی ہے تو ہم اس سے دور بھاگتے ہیں۔جیسا کہ اگر کوئی اندھیرے سے ڈرتا ہے تو اس سے دور جائے گا۔ہمیں اس بھاگنا نہیں چاہیئے بلکہ اس ڈر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مقابلہ کرنا چاہیے۔۔۔۔۔۔ایک ہی بار اس کی سختی کو سہہ لینا چاہیے۔۔۔۔۔۔تاکہ باقی ساری زندگی وہ ہمیں تنگ نہ کر سکے۔سیم بھی یہی کرنے جا رہا تھا۔وہ بھی بہت بھاگا تھا اس شہر سے اس سے جڑے ماضی سے لیکن وہ ماضی اسے آج بھی تنگ کرتا تھا۔۔۔۔۔۔۔وہ اس شہر سے جڑی بری یادوں سے چھٹکارا حاصل کرنے جا رہا تھا۔

☆......☆......☆

"لیکن اس کے بدلے میں تمہیں مجھ سے شادی کرنی ہوگی"

ہمدان حیرت میں ڈوبا اپنی میڈم کو دیکھ رہا تھا۔

"اور۔۔۔۔۔اور اگر میں انکار کردوں تو؟"

بلآخر اس نے ہمت جمع کر کے پوچھا۔اس کی بات سن کر میڈم نے قہقہہ لگایا اور دیر تک ہنستی رہی۔

"آپ نے میرے ہوٹل میں چوری کی ہے۔۔۔۔۔۔کروڑوں کا سامان آپ نے چوری کے بیچ دیا۔۔۔۔۔پولیس آپ کو اریسٹ کرلے گی اور پھر آپ ساری زندگی جیل میں رہیں گے"

ہمدان میڈم کی بات سن کر بھونچکا رہ گیا۔

"میڈم میں نے کوئی چوری نہیں کی میں قسم کھانے کو تیار ہوں۔۔۔۔۔۔آپ کو۔۔۔۔۔"

"آ۔۔۔آ۔۔۔۔مسٹر ہمدان میں کونسا آپ کو اریسٹ کروا رہی ہوں۔۔۔۔میں جانتی ہوں آپ نے کوئی چوری نہیں کی۔۔۔۔۔۔لیکن اگر آپ نے انکار کیا تو۔۔۔۔۔۔سمجھ گئے ہیں نا آپ۔۔۔سو آپ کے پاس کل تک کے لئے ٹائم ہے خود کو ریڈی کر لیجئے گا کل ہم کورٹ میرج کریں گے۔۔۔۔۔اگر فرار ہونے کی کوشش کی تو آپ میرے ریسورسز کو نہیں جانتے ابھی فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔۔۔۔ناؤ یو کین گو"

میڈم نے اس بات کاٹ کر کہا اپنی بات مکمل کرنے کے بعد اسے وارن کرنا نہیں بھولی اور اسے باہر کا راستہ دکھایا۔

ہمدان کے سر میں دھماکے ہو رہے تھے۔وہ وہاں سے اٹھا اور چلتا ہوا آفس سے ہی باہر نکل گیا۔سارا دن سڑکوں پر گھومنے کے بعد رات کو اپنی رہائش گاہ پر آیا۔سوچوں کا ایک جال تھا جو اس کے دماغ میں بچھا ہوا تھا۔وہ بہت بری طرح پھنسا تھا اور کسی سے کوئی مدد بھی نہیں مانگ سکتا تھا۔سونے کے لیٹا تو گھر کے سب افراد کے چہرے اس کی آنکھوں کے سامنے آ گئے۔

"یا اللہ۔۔۔۔۔"اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے وہ کس قدر مجبور ہو گیا تھا۔بیل کی آواز پر اس نے چونک کر موبائل کی طرف دیکھا۔سکرین پر گھر کا نمبر دیکھ کر اس نے جلدی سے اپنے آنسو صاف کیے اور خود کو نارمل کرتے ہوئے کال ریسیو کی۔

"اسلام وعلیکم ابو کیسے ہیں آپ؟"

اس نے لہجے میں بشاشت سموتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم اسلام بیٹا ہم بالکل ٹھیک ہیں تم خیریت سے ہو نا؟"

مصطفیٰ صاحب نے پوچھا۔

"جی ابو میں بالکل ٹھیک ہوں"

ہمدان نے انہیں مطمئن کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا دانی بیٹا تمہاری ماں تم سے بات کرنا چاہتی ہے لو کر لو بات"

مصطفیٰ صاحب نے کہتے ساتھ بیوی کو موبائل تھمایا۔

"دانی بیٹا رضیہ کے لئے ایک رشتہ آیا ہے۔ تیرے ابو کے جاننے والے ہیں۔ بہت اچھے لوگ ہیں۔۔۔۔۔لڑکا بھی اچھا ہے۔۔۔۔۔تم بتاؤ کیا کہتے ہو؟"

ابتدائی گفتگو کے بعد آسیہ بیگم اصل مدعے کی طرف آئیں۔

"امی اگر آپ کو اور ابو کو لوگ اچھے لگے ہیں تو رشتہ کر لیں بہتر رہے گا۔"

ہمدان نے جواب دیا۔

"بیٹا وہ لوگ شادی جلدی کرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔تو پھر بہن کا جہیز بھی تو بنانا ہے نا۔۔۔"

آسیہ بیگم نے کہا۔

"میں بھجوا دوں گا آپ تیاری شروع کریں"

اس نے خدا حافظ کہہ کر کال بند کر دی۔ فیصلہ ہو چکا تھا۔ فیملی کی خاطر انسان کچھ بھی کر سکتا ہے۔ جو کام انسان نہ کرنے کا تہیہ کر چکا ہو اپنی فیملی کی خاطر وہ بھی کر گزرتا ہے۔ ہمدان بھی فیملی کی خاطر خود کو قربان کرنے جا رہا تھا۔ اگلے دن وہ میڈم کے آفس میں موجود تھا۔

"میں تیار ہوں۔۔۔۔۔لیکن ہماری کورٹ میرج نہیں بلکہ نکاح ہوگا"

اس نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

"نکاح۔۔۔۔۔اوکے جیسا تم چاہو تو چلو پھر دیر کس بات کی ہے"

کچھ دیر بعد قاضی نے گواہوں کی موجودگی میں ان کا نکاح پڑھا دیا تھا۔ نکاح کے بعد وہ ایک فلیٹ میں آ گئے جو بہت شاندار تھا۔

"یہ میرا فلیٹ ہے اور آج سے تم یہی رہو گے"

اس نے اطلاع پہنچائی۔

"اور ہاں کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیئے کہ تم میرے ہزبینڈ ہو۔۔۔ اپنا سامان لے آنا۔۔۔ بلکہ بس ضروری ڈاکومنٹس لے کر آنا باقی کپڑوں وغیرہ کی شاپنگ میں کروا دوں گی۔۔۔ آفٹر آل اب تم میرے ہزبینڈ ہو تو میں تمہیں ایسے تھوڑی رہنے دوں گی۔۔۔ اور آخری بات رقم تمہارے اکاؤنٹ میں آج ٹرانسفر ہو جائے گی"

"تمہارا نام؟" وہ اپنی بات مکمل کر کے جانے لگی تو ہمدان نے پوچھا۔

"جینیفر" اس نے بتایا اور قدم باہر کی جانب بڑھا دیئے۔



دس ماہ بعد

ان کی شادی کو دس مہینے گزر چکے تھے اور کیسے گزرے تھے یہ صرف ہمدان ہی جانتا تھا۔ ایک مہینہ پہلے وہ اپنی دوسری بہن کی شادی میں گیا تھا اور آنے سے پہلے اس نے شہر میں قدرے بہتر گھر خریدا اور گھر والوں کو ادھر شفٹ کیا۔ مصطفیٰ صاحب کے علاج کے لئے پیسے بھی دے آیا تھا۔ ان دس مہینوں میں بہت کچھ بدل گیا تھا۔ کم گو تو وہ پہلے سے ہی تھا اب حد سے زیادہ سنجیدہ رہنے لگا تھا اس کی وجہ جینیفر تھی۔ وہ کبھی کبھار سوچتا کہ جینیفر نے اس جیسے عام سے آدمی شادی کیوں کی۔ وہ کوئی ارب پتی تو تھا نہیں کہ اسے کوئی فائدہ ہوتا اور جب جب وہ یہ سوچتا تب تب جینیفر سے پوچھتا کہ اس نے اس سے شادی کیوں کی تھی۔ وہ ہمیشہ "نن آف یور بزنس" کہہ کر اسے خاموش کر دیتی۔ اتنا تو وہ سمجھ ہی چکا تھا کہ اس شادی میں جینیفر کا کوئی مقصد ہی پوشیدہ تھا۔ کیا تھا؟ یہ وہ نہیں جانتا تھا۔

ان تبدیلیوں میں ایک جینیفر کا پریگنٹ ہونا بھی تھا اور جینیفر نے اس بات پر کتنا واویلا مچایا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔ اس نے جینیفر کو ابارشن نہ کروانے پر کتنی مشکل سے راضی کیا تھا۔ کتنی منت سماجت کی یہاں تک کے

اس کے سامنے ہاتھ بھی جوڑ لیے تھے تب کہیں جا کر وہ راضی ہوئی تھی۔ ہمدان کیسے چاہتا کہ اس کے بچے کو کوئی نقصان پہنچے وہ تو اس کے لیے زندگی میں خوشیوں کی نئی امید تھی۔ اور آج جینیفر کی ڈیلیوری تھی۔ وہ ہاسپٹل میں روم کے باہر کھڑا دعا مانگ رہا تھا کہ اس کا بچہ ٹھیک ہو۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر دروازہ کھول کر باہر آئی۔

"مبارک ہو بیٹا ہوا ہے"

ڈاکٹر نے اسے مسکراتے ہوئے مبارک باد دی اور چلی گئی۔ ہمدان کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ نہیں رہا تھا۔ وہ جس ہاسپٹل میں تھے وہ کوئی بہت بڑا نہیں تھا بس چھوٹا سا مقامی ہاسپٹل تھا۔ جینیفر نے یہاں ڈیلیوری کروانے کا فیصلہ کیا تھا تاکہ کسی کو خبر نہ ہو سکے۔ ہمدان نے مان لیا اس کے لیے تو یہی کافی تھا کہ اس نے اس کے بچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ وہ کمرے میں داخل ہوا جہاں بچے کو کاٹ میں رکھا گیا تھا۔ اس نے بچے کو اٹھایا خوشی سے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس نے بچے کے ماتھے پر بوسا دیا۔ وہ "میرا بچہ، میرا بیٹا" کہتا ہوا بے اختیار ہو رہا تھا۔ خوشی سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔ اس نے بچے کے کان میں اذان دی۔ وہ اس کا بیٹا تھا تو اس کو مسلمان ہی ہونا چاہیے تھا۔ وہ اپنی خوشی اپنے گھر والوں کے ساتھ بانٹنا چاہتا تھا۔ اس نے جب گھر اطلاع دی تو سب بہت خوش ہوئے۔

وہ ہاسپٹل سے ڈسچارج لے کر گھر آگئے تھے۔ جینیفر نے بچے کو بس سرسری سا دیکھا تھا۔ اس کو بھلا مطلب بھی کیا ہو سکتا تھا اس سے وہ تو ہمدان کا بیٹا تھا۔ لیکن جب ایک ہفتے بعد اس نے بچے کا نام اس کے منہ سے سنا تو اس نے سختی سے کہا کہ وہ اس کو اس کی مرضی کے نام سے پکارا کرے۔ ہمدان کو ماننا پڑا نہیں تو وہ دھمکیوں پر اتر آتی۔ لیکن اس نے بچے کا نام اپنی مرضی سے ہی رجسٹر کروایا تھا۔

وقت کا کام تھا گزرنا سو وہ گزرتا رہا۔ ہمدان اپنے بیٹے کو ہی سارا ٹائم دیتا تھا۔ وہ ماں اور باپ دونوں کا پیار دیتا تھا۔

"سیم کم ہیر"

جینیفر لاؤنج میں داخل ہوئی تو سیم کو اکیلے پا کر پاس بلایا۔

"یس مام"

سیم بھاگ کر ماں کے پاس آیا۔ جینیفر نے غور سے اس کی طرف دیکھا بلاشبہ وہ بہت خوبصورت بچہ تھا۔ اس نے ماں سے خوبصورتی اور باپ سے کشش چرائی تھی۔

"تمہارا باپ کہاں ہے۔۔۔۔۔گھر میں ہی بیٹھا رہتا ہے۔۔۔۔۔فضول انسان"

وہ بدتمیزی سے گویا ہوئی۔

"جینیفر آرام سے کس طرح بات کر رہی ہو اس سے سات سال کا بچہ ہے وہ۔۔۔۔۔اس پر کتنا برا اثر پڑے گا" ہمدان لاونج میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"اثر۔۔۔۔۔مائے فٹ۔۔۔۔میری طرف سے بھاڑ میں جائے"

جینیفر جواباً چیخی۔

"سیم بیٹا اپنے کمرے میں جاؤ" ہمدان نے سیم سے کہا۔

"تمہیں اگر میں اور میرا بیٹا اتنے ہی برے لگتے ہیں تو تم نے مجھ سے شادی کیوں کی تھی۔۔۔۔۔آج تم بتا ہی دو" ہمدان نے آج جینیفر سے جاننے کا ٹھان لیا تھا۔

"جاننا چاہتے ہو تو سنو۔۔۔۔مجھے تمہارے اس چہرے سے نفرت ہے بے حد نفرت۔۔۔۔تمہیں برباد کرنے کے لیے شادی کی تھی میں نے۔۔۔۔۔اور یہ سیم تم کیا سمجھتے ہو میں نے تمہاری بات مان کر اس کو پیدا کیا۔۔۔۔نہیں اس کے ذریعے تمہیں تکلیف دینے کے لئے پیدا کیا۔۔۔۔۔تم دیکھنا تم دونوں کو برباد نہ کر دیا تو میرا نام جینیفر نہیں۔۔۔۔۔۔۔تم پاکستانی مرد اسی لائق ہو"

جینیفر نے بالآخر اسے بتا ہی دیا تھا۔ ہمدان اس کی اتنی نفرت پر ششدر کھڑا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ سیم دروازے کے پاس کھڑا سب سن رہا تھا۔

☆......☆......☆

داؤد جب سے واپس آیا تھا تب سے ہی خاموش بیٹھا تھا۔ اب بھی وہ صوفے پر بیٹھا ٹیبل کو گھور رہا تھا۔ ثمروز نے اسے دیکھا وہ کسی سوچ میں گم تھا۔

"داؤد تمہارے فادر چکر لگائیں گے تو آدمی ہمیں بتا دے گا۔۔۔۔۔ڈونٹ وری اپنی صحت پر اثر مت

لو۔۔۔۔تم یہاں پر آرام سے رہو۔۔۔۔۔۔۔اچھا ہے ناصحت مند ہو کر جانا اپنی فیملی کے پاس ورنہ تمہیں اس حال میں دیکھ کر وہ پریشان ہوتے"

ثمروز نے اسے ہلکا پھلکا محسوس کرنے کے لئے کہا۔

"ٹھیک ہے اگر تم یہاں نہیں رہنا چاہتے ہو تو میں تمہیں کسی ہوٹل میں چھوڑ آتا ہوں"

وہ ہنوز اسی طرح بیٹھا رہا تو ثمروز نے سنجیدگی سے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔میں بس اپنی فیملی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔۔۔۔۔۔وہ میرے بغیر کیسے رہے ہوں گے" داؤد نے رنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تمہاری فیملی میں کون کون ہے؟"

ثمروز نے ویسے ہی پوچھ لیا۔

"بس ماما بابا میری چھوٹی بہن اور میں۔۔۔۔۔بس چھوٹی سی فیملی ہے"

داؤد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارے ساتھ کیا ہوا تھا؟" ثمروز نے اچانک پوچھا پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "کیونکہ جو کنڈیشن ڈاکٹر نے تمہاری بتائی تھی اس کے مطابق تو تم لازمی قید میں رہے ہو۔۔۔۔۔بہت بری حالت میں تھے تم۔۔۔۔۔۔اب تم بتاؤ کیا معاملہ تھا؟"

داؤد نے اس کی بات سنی پھر اسے شروع سے سب بتاتا چلا گیا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ سب بتانے کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ دو لوگوں کے ہوتے ہوئے بھی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اس خاموشی کو موبائل فون کی بیل نے توڑا۔ ثمروز نے چونک کر دیکھا سکرین پر چاچو کالنگ لکھا آرہا تھا۔ اس نے کال ریسیو کی۔

"ہیلو چاچو کیسے ہیں آپ؟۔۔۔۔۔جی میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔چاچو ابھی تو بہت مشکل ہے لیکن جیسے ہی کام ختم ہوتا ہے میں آپ کے پاس آؤں گا۔۔۔۔۔کنفرم نہیں بتا سکتا کب تک آسکوں۔۔۔۔داؤد سے کہیے میں آنے سے دو دن پہلے بتا دوں گا۔۔۔۔۔۔۔او کے اللہ حافظ"

داؤد اس دوران خاموش ہی رہا تھا۔ کال بند کر کے وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"چاچو کی کال تھی پاکستان بلا رہے ہیں"

"تم میری وجہ سے نہیں جا رہے؟" داوُد نے اس بات کاٹ کر پوچھا۔

"نہیں یار تمہاری وجہ سے نہیں۔۔۔۔۔۔۔ ویسے ہی بہت کام پینڈنگ ہیں ان کو نمٹا کر پھر ہی جا پاؤں گا"

ثمروز نے اسے وجہ بتائی۔ وہ دونوں اب ہلکی پھلکی گفتگو کرنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر پہلے چھائی جانے والی خاموشی کا اب شائبہ تک نہیں تھا۔

☆......☆......☆

دو گھنٹے کے سفر کے بعد ان کا طیارہ ٹیگل برلن ائیرپورٹ پر لینڈ ہوا۔ چیکینگ کے بعد وہ ائیرپورٹ سے باہر نکلے تو سامنے ہی ان کو اپنے نام کا بورڈ پکڑے ڈرائیور نظر آیا۔ وہ دونوں گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے۔ ڈرائیور نے ان کے بیگز ڈگی میں رکھے اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی سٹارٹ کی اور آگے بڑھا دی۔ سیم گم صم سا بیٹھا ونڈو سے باہر کے مناظر دیکھ رہا تھا۔ دس سال بعد وہ اس شہر میں آیا تھا اور ان دس سالوں میں بہت تبدیلیاں آئی تھیں سیم میں بھی اور اس شہر میں بھی۔ اس شہر نے اس سے اس کا بہت کچھ چھینا تھا۔ اس کو وہ دن یاد تھا جس دن اس کا باپ اسے چھوڑ کر اس دنیا سے چلا گیا تھا۔ اسے سب یاد تھا جب اس کی ماں اس کے باپ سے اور اس سے نفرت کا اظہار کرتی تھی۔ کیا نہیں تھا جو اسے یاد آ رہا ہو۔ اس کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی۔ وہ جبڑے بھینچے خود پر کنٹرول کر رہا تھا۔ وہ اپنی سوچوں میں گم تھا جب اچانک سے گاڑی رکی تو وہ چونک کر باہر دیکھنے لگا جہاں سامنے ہوٹل گرینڈ حیات کی بلڈنگ کھڑی تھی وہ گاڑی سے باہر نکلا اور میکس کے ساتھ چلتا ہوا ہوٹل میں داخل ہوا جہاں مینیجر نے خود ان کا استقبال کیا۔ "واؤ" میکس نے اطراف میں دیکھتے ہوئے سراہا۔

ان کا سامان ان کے رومز میں پہنچ چکا تھا۔ سیم ایک منٹ کی بھی دیر کیے بغیر اپنے روم میں چلا گیا۔ فریش ہونے کے بعد سیم میکس کے روم میں آیا۔

"شاپنگ کا کیا پلان ہے؟ کب جانا ہے؟"

میکس کے واشروم سے باہر نکلتے ہی سیم نے پوچھا۔

"تھوڑا آرام تو کرنے دو۔۔۔اتنے لمبے سفر سے تھکا ہوا آیا ہوں" میکس نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"دو گھنٹے کی فلائیٹ تھی اتنا لمبا سفر نہیں تھا کہ تم تھک جاتے۔۔۔۔۔۔پانچ منٹ میں ریڈی ہو کر باہر آؤ۔میں ویٹ کر رہا ہوں۔۔۔۔۔ہم ابھی جائیں گے" اپنی بات کہہ کر سیم یہ جا وہ جا۔میکس برے سے منہ بناتا ہوا تیار ہونے لگا۔ٹھیک پانچ منٹ بعد وہ نیچے موجود تھا۔

"شادی میری ہے تمہیں کس بات کی جلدی ہے؟"

گاڑی میں بیٹھتے ہوئے میکس نے پوچھا۔

"کیونکہ مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ تم شادی سے ایک دن پہلے بھاگو گے اور ساتھ مجھے بھی گھسیٹو گے۔۔اس لیے بہتر ہے کہ آج ہی کچھ کر لیا جائے"

سیم نے نظریں موبائل پر جمائے جواب دیا۔دس منٹ بعد وہ ایک شاپنگ مال میں موجود تھے۔دو تین شاپس کھنگالنے کے بعد کہیں جا کر میکس کو ایک ڈنر سوٹ پسند آیا۔وہ چینجنگ روم میں سوٹ چیک کرنے کے لیے گیا تو سیم شاپ میں موجود باقی سوٹ دیکھنے لگا۔اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی اور واپس سوٹ پر نظر پڑنے ہی لگی تھی کہ اس نے دوبارہ سے نظریں اٹھا کر سامنے جیولری شاپ میں کھڑی لڑکی کو دیکھا۔ایسا نہیں تھا کہ اس نے حسین لڑکیاں نہیں دیکھی تھیں بلکہ شاپ میں کھڑی لڑکی سے بھی زیادہ حسین لڑکیاں خود اس کی راہ میں بچھتی تھیں۔لیکن اس لڑکی میں کچھ تھا۔۔۔۔۔۔کچھ اور جو اسے اپنی جانب متوجہ کر رہا تھا۔شاید وہ کشش تھی جو اسے اپنی جانب کھینچ رہی تھی۔"ہاں یہ کشش ہی ہے" اس نے سوچا۔

یورپ میں حسین چہرے تو بہت نظر آئیں گے لیکن پرکشش چہرے نہیں اور سیم اپنے باپ کے بعد دوسرا پرکشش چہرا دیکھ رہا تھا تو اس کا متوجہ ہونا لازمی تھا۔وہ ٹکٹکی باندھے اس لڑکی کو دیکھے جا رہا کہ اس لڑکی سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا شاید وہ کسی کی نظروں کا ارتکاز اپنے چہرے پر محسوس کر چکی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ اس کی طرف دیکھتی سیم جلدی سے مڑ کر سوٹ چیک کرنے لگا۔کچھ دیر بعد اس نے واپس مڑ کر دیکھا لیکن وہ اب وہاں نہیں تھی۔



آبش گھر میں آرام کر رہی تھی کہ مسز رندھاوا کی کال آئی کہ ان کی جیولری کلیکٹ کرنے والی ہے تو وہ شاپ سے جا کر لے آئے۔ آبش جیولری شاپ میں بیٹھی جیولر کا انتظار کر رہی تھی جو ان کی جیولری لینے گیا تھا کہ اس کو ایسے لگا جیسے اسے کوئی دیکھ رہا ہے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا لیکن کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نظر نہیں آیا۔ اس نے اپنا سر جھٹکا اتنے میں جیولر آ گیا اور وہ اس جیولری لے کر چلی گئی۔

☆......☆......☆

سیم کی عمر تب پندرہ سال تھی جب ہمدان کی طبیعت خراب ہونا شروع ہوئی۔ لیکن ہمدان کوئی اتنی توجہ نہیں دی اور یہ اس کی زندگی کی دوسری بڑی غلطی تھی۔ پہلی غلطی جینیفر سے شادی کرنا تھی۔ ہمدان کو کبھی کبھار جینیفر ایک نفسیاتی مریضہ لگتی کیونکہ وہ محض اسے تکلیف پہنچانے کے لیے اپنے بیٹے سے بھی بہت بری طرح پیش آتی تھی۔ اس سے اتنی شدید نفرت کی وجہ کیا تھی وہ بھی جلد ہی پتا چل گئی۔ کسی پاکستانی مرد نے اسے دھوکہ دیا تھا اور شومئی قسمت کہ ہمدان اس سے کافی ملتا جلتا تھا۔ اس لیے وہ اس کی نفرت کا نشانہ بن گیا۔

اس کی صحت اتنی خراب ہو گئی کہ وہ بستر سے جا لگا۔ سیم کے تو ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے تھے۔ ماں پہلے ہی اس سے محبت نہیں کرتی تھی ایک باپ کا ہی تو سہارا تھا کہ وہ بھی بستر سے جا لگا تھا۔ اس نے جینیفر کی اتنی منتیں کیں کہ بس ایک ہمدان کو کسی ڈاکٹر کو دکھا دے لیکن اس نے رتی بھر بھی فکر نہیں کی اور صاف انکار کر دیا۔ سیم اچانک سے اس کی گرتی صحت کی وجہ جاننے سے قاصر تھا۔ وہ ہمدان کے کمرے کو دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اس وقت رات کے دس بج رہے تھے اور ہمدان سو رہا تھا۔ وہ خاموشی سے ہمدان کے بیڈ کے پاس کرسی رکھ کر بیٹھ گیا۔ وہ کچھ دیر تک ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتا رہا پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگایا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ جب خود پر کنٹرول نہ رہا تو زور زور سے رونے لگا۔

"سیم" اس کی آواز سن کر ہمدان اٹھ گیا اور اسے پکارا۔

"ڈیڈی۔۔۔۔۔۔۔ڈیڈی آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گے نا۔۔۔۔۔۔۔آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں پلیز۔۔۔۔۔۔۔میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں ڈیڈی"

سیم نے اس کی پکار کا جواب نہیں دیا۔ وہ اپنی بات کہے جا رہا تھا۔ ہمدان کو دکھ نے آن گھیرا۔ وہ جانتا تھا کہ

سیم کا بہت نقصان ہو رہا تھا لیکن وہ کیا کرتا وہ خود بہت بے بس تھا۔ ہمدان کی آنکھوں میں بے بسی سے آنسو آ گئے۔اس نے سیم کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"خاموش ہو جاؤ سیم۔۔۔تمہارے رونے سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے"

ہمدان نے اس سے کہا تو اس نے جلدی سے آنکھیں صاف کیں۔

"بیٹا تمہارا باپ بہت بے بس تھا۔تمہیں یہاں سے نکال نہیں سکا۔۔۔۔۔۔۔میں تمہیں یہاں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔میں تمہیں لے کر پاکستان چلے جانا چاہتا تھا۔۔۔۔۔۔لیکن جینیفر نے نہ مجھے جانے دیا اور نہ ہی تمہیں بھیجنے دیا۔۔۔۔۔۔۔میں تو اب شاید مر کر ہی واپس جاؤں۔۔۔۔۔۔۔۔میں تو جا نہیں سکا لیکن سیم تم اپنی فیملی کو مت بھولنا۔۔۔۔۔۔۔اور نہ ہی خود کو اکیلا سمجھنا۔۔۔۔۔۔۔تمہیں جب بھی میری یاد آیا کرے گی نہ تو پاکستان چلے جانا"

ہمدان پتا نہیں کیا سوچ کر اس سے اس طرح کی گفتگو کر رہا تھا۔

"آپ کو کچھ نہیں ہوگا۔۔۔۔۔۔۔ہم جائیں گے نا پاکستان۔۔۔۔۔۔ میں آپ کو لے کر جاؤں گا۔۔۔۔۔۔لیکن آپ اس طرح کی باتیں مت کریں"

سیم نے تڑپ کر کہا۔

"پتا ہے سیم جب ایک مالی کوئی پودا لگاتا ہے نا تو وہ اس کا پورا خیال رکھتا ہے۔اس کو گرمی کی لو سے بچاتا ہے۔سردی میں کہر سے بچاتا ہے۔اس کی جڑوں کا خیال رکھتا ہے تاکہ دیمک نہ لگ جائے۔میں نے بھی اس مالی کی طرح تمہارا بہت خیال رکھا ہے۔۔۔۔۔۔تمہیں باہر کے سرد و گرم سے بچائے رکھا لیکن بدقسمتی سے تمہیں جینیفر کی نفرت سے نہیں بچا سکا۔۔۔۔۔۔۔۔اس نے میرے ساتھ جو کیا میں اسے معاف کرتا ہوں۔۔۔۔۔۔تم بھی اس سے کبھی بدتمیزی مت کرنا وہ جیسی بھی تمہاری ماں ہے"

ہمدان نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"جاؤ اب سو جاؤ رات بہت ہو گئی ہے"

"ڈیڈی پلیز میں ادھر ہی آپ کے پاس سو جاؤں"

سیم نے معصومیت سے پوچھا تو ہمدان اثبات میں سر ہلاتے ہوئے آنکھیں موند گیا۔ سیم وہیں کرسی پر ہی بیٹھا رہا۔ اسے جیسے وہم لاحق ہو گیا تھا۔ اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی آنکھوں سے لگائے رکھا اور جھک کر بیڈ پر سر رکھ کر بیٹھے ہی سو گیا۔

☆......☆......☆

اس نے دیکھا کہ وہ اندھیرے میں کھڑا ہے اور روشنی مسلسل اس سے دور جا رہی ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ روشنی کے تعاقب میں بھاگتا وہ کسی چیز سے ٹکرایا اور اوندھے منہ گر پڑا۔ اس نے ایک دم سے آنکھیں کھولیں اور خود کو ہمدان کے کمرے میں پایا۔ اسے یاد آیا وہ کل رات اپنے ڈیڈی کے پاس سو گیا تھا۔ اس نے ہمدان کی طرف دیکھا اور ہاتھ پکڑ کر اس کا بوسہ لینا چاہا لیکن وہ ٹھٹھک کر رک گیا کیونکہ اس کا ہاتھ بہت ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ اس نے فوراً ہمدان کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر چیک کیا وہ بھی اسی طرح ٹھنڈا ہو رہا تھا برف کی مانند ٹھنڈا۔

"ڈیڈی۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈیڈی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈیڈی آنکھیں کھولیں۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈیڈی میں سیم۔۔۔۔ آنکھیں کھولیں نا"

اس نے ہمدان کو کندھوں سے پکڑ کر جھنجوڑ ڈالا لیکن وہ کیسے اٹھتا وہ تو ہمیشہ کی نیند سو گیا تھا۔

"کیا مسئلہ ہے؟ کیوں چلا رہے ہو؟ تمہاری چیخوں کی وجہ سے میری نیند خراب ہو گئی"

جینیفر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ناگواری سے بولی۔ سیم روتا ہوا اس کے پاس آیا۔

"مام۔۔۔۔۔ مام پلیز ڈیڈی کو دیکھیں نا وہ اٹھ نہیں رہے۔ کب سے آوازیں دے رہا ہوں"

اس نے جینیفر سے کہا تو وہ برا سا منہ بناتی ہمدان کے بیڈ کی طرف گئی اور جھک کر اس کی ناک کے آگے ہاتھ رکھا پھر نبض چیک کی اور اس کی طرف مڑی۔

"ہی از نو مور"

اس نے ساکت لہجے میں کہا اور کمرے سے چلی گئی۔ سیم کو لگا کمرے کی چھت اس کے سر پر آ گری ہو۔ اس کا وہم سچ ثابت ہوا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے بیڈ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ وہیں گھٹنوں کے بل گر گیا اور زار و قطار رونے لگا۔ وہ پندرہ سال کا لڑکا اکیلا باپ کی میت کے پاس بیٹھا زار و قطار رو رہا تھا۔ اس وقت اس

کے پاس کوئی اپنا نہیں تھا جو اسے چپ کرواتا جو اپنا تھا وہ تو چلا گیا تھا۔

شاخ سے کٹنے کا غم بہت تھا لیکن!!

پھول مجبور تھے ہنستے رہے گلدانوں میں

تین دن بعد جنید ہمدان کی میت لے کر پاکستان روانہ ہو گیا تھا۔ جنید کو جینیفر نے ہی اطلاع دی تھی۔ سیم نے ساتھ جانے کی بہت کوشش کی لیکن جینیفر نے اسے بری طرح جھڑک دیا "مر گیا ہے وہ زندہ نہیں ہے جو تم اس کے پیچھے جا رہے ہو" اور کمرے میں لاک کر دیا۔

دن گزرتے رہے اور سیم تنہا اور سنجیدہ ہوتا چلا گیا۔ اس کی بس دو ہی سرگرمیاں رہ گئی تھیں کمرے میں بند رہنا اور سکول جانا۔ سکول میں بھی کسی سے بات نہیں کرتا تھا۔ جینیفر کا بوائے فرینڈ بھی اس کے فلیٹ میں آ کر رہنے لگا تھا۔ ان کا ابھی تک سامنا نہیں ہوا تھا کیونکہ سیم اپنے کمرے میں بند رہتا تھا اور سکول جانے کے لئے وہ جس وقت وہ کمرے سے نکلتا تھا اس وقت وہ سو رہا ہوتا تھا اور واپسی پر باہر ہوتا تھا۔ ڈنر بھی وہ جینیفر اور رابرٹ کے آنے سے پہلے ہی کر لیتا تھا۔ اس دن بھی وہ ان کی غیر موجودگی میں کچن میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا کہ دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور رابرٹ گرتا پڑتا ہوا اندر داخل ہوا۔ سیم جلدی سے اٹھا اور اپنے کمرے میں چلا گیا لیکن رابرٹ اس کو پیچھے سے دیکھ چکا تھا۔ اتنے میں جینیفر بھی پہنچ گئی۔

"یہ لڑکا کون ہے؟" رابرٹ نے جینیفر سے پوچھا۔ سیم اندر کھڑا ان کی آواز سن رہا تھا۔

کون۔۔۔۔سیم ہاں بیٹا ہے میرا" اس نے ناگواری سے جواب دیا اور صوفے پر بیٹھ گئی۔

"اوہ۔۔۔۔تو یہ اسی کا بیٹا ہے جس کے لئے تم نے سلو پوائزن مجھ سے منگوایا تھا؟"

رابرٹ نے پوچھا۔ سیم اندر کھڑا نفی میں سر ہلا رہا تھا اور دعا کر رہا تھا کہ یہ ذکر ہمدان کے بارے میں نہ ہو۔

جینیفر نے قہقہہ لگایا۔

"ہاں بیچارہ ہمدان مارا گیا۔۔۔۔وہ جانتا بھی نہیں تھا کہ اس کے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔۔۔۔میں چاہتی تو اسے ایک ہی جھٹکے میں مار دیتی میرے لئے مشکل نہیں تھا۔۔۔۔لیکن مجھے اسے تڑپا تڑپا کر مارنا تھا"

اس نے نفرت سے کہا۔ وہ یقیناً نشے میں تھی اسی لیے سارا سچ بول گئی۔ اندر کھڑے سیم کو ایسے لگا جیسے آسمان

اس کے سر پر آ گرا ہو۔وہ مرے مرے قدموں سے چلتا ہوا آ بیڈ پر گر سا گیا۔رات کا نا جانے کون سا پہر تھا جب اس کی آنکھ کھلی۔کوئی مسلسل بات کر رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔اس نے دھیان لگا کر سمجھنے کی کوشش تو جلد ہی پتا چل گیا رابرٹ کسی سے شاید فون پر بات کر رہا تھا کیونکہ آواز صرف اسی کی آ رہی تھی۔وہ دوبارہ سونے لگا کہ اپنا نام سن کر ٹھٹھک گیا اور اس کی بات سننے لگا۔رابرٹ شاید بات کر کے جا چکا تھا لیکن اندر سیم ابھی تک ساکت بیٹھا تھا۔وہ اسے اس گینگ کو بیچنے کی بات کر رہا تھا جہاں بچوں کا غلط استعمال ہوتا تھا۔

"جینیفر میں چاہتا ہوں کہ تم سیم کو میرے حوالے کر دو۔۔۔۔۔۔میرا ایک دوست ہے اس کو ایک بچہ چاہیے اور میرا خیال ہے سیم ٹھیک رہے گا کیونکہ سیم بڑا ہے اپنا خیال رکھ سکتا ہے اس کی وائف کو کوئی بڑا بچہ ہی چاہیے تھا"

صبح ناشتہ کرتے ہوئے رابرٹ نے جینیفر سے کہا۔سیم اپنے کمرے میں ہی تھا۔وہ نہیں جانتے تھے۔

"ہاں ٹھیک بھیج دینا"

جینیفر نے ناگواری سے کہا۔سیم کے ذکر پر اس کے لہجے میں ناگواری خود بہ خود آ جاتی تھی۔

"ٹھیک وہ آج رات کو آئے گا سیم کو لینے" رابرٹ نے کہا۔

جب کافی دیر بعد اس باتوں کی آواز آنا بند ہو گئی اور اس کو یقین ہو گیا کہ وہ چلے گئے ہیں تو وہ جلدی سے باہر نکلا اور ناشتہ کیا۔کمرے میں واپس آ کر وہ اپنا سامان پیک کرنے لگا۔اس کے پاس صرف آج کا دن تھا یہاں سے دور جانے کا کیونکہ رابرٹ کا دوست آج ہی آ رہا تھا۔اس نے اپنا بیگ اٹھایا اور باہر نکل آیا۔وہ تیز تیز چلتا ہوا جا رہا تھا۔وہ چلتا ہوا جہاں پہنچا وہاں تین چار گاڑیاں کھڑی تھیں۔وہ ان میں سے ایک میں بیٹھ گیا۔وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ گاڑی کہاں جا رہی ہے۔اسے بس اس شہر سے بہت دور چلے جانا تھا۔اس کے ساتھ دو سیاہ فام آ کر بیٹھے اور تیسرے نے گاڑی چلا دی۔

مانچسٹر میں پہنچ کر اس نے اپنی نئی زندگی کا آغاز کیا۔وہ نئی زندگی جس میں ماضی کی تلخیاں بھری تھیں۔وہ جب مانچسٹر پہنچا تھا اس کی حالت بہت خراب تھی۔اسے بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری اپنی لڑائی رہتا رہا۔مانچسٹر میں میکس واحد انسان تھا جس سے اس کی دوستی ہوئی۔میکس نے اس کی بہت مدد کی تھی۔اس نے اپنی پڑھائی جاری رکھنے کے لئے ہر طرح کا کام کیا تھا۔جب وہ مانچسٹر پہنچا تھا تو زیرو

تھا اور آج وہ ایک کامیاب اور امیر ترین بزنس مین تھا۔ اس زیرو سے کامیاب کے سفر میں اس نے بہت کچھ کھویا تھا۔ اس نے بہت سفر کیا تھا اور یہ انگریزی لفظ سفر تھا۔

موبائل پر ہونے والی مسلسل بیل نے اسے حال میں لا پٹخا۔ شام کے وقت وہ دونوں شاپنگ سے فری ہو کر ہوٹل پہنچے تھے۔ وہ تب سے ہی اپنے کمرے میں بند گلاس ونڈو کے پاس کھڑا شہر کے بھاگتے دوڑتے مناظر پر نظریں جمائے ماضی میں گم تھا۔ اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا اس کی سیکرٹری کی کال تھی۔ بات کرنے کے بعد وہ بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"آپ نے میرے ساتھ جو کچھ کیا وہ تو میں ڈیڈی کے کہنے پر آپ کو معاف کر چکا تھا لیکن۔۔۔۔۔۔لیکن جو آپ نے میرے ڈیڈی کے ساتھ کیا۔۔۔۔۔۔ان کی جان لے لی میں اس کے لیے آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا مام۔۔۔۔۔۔کبھی بھی نہیں۔۔۔۔۔۔نفرت ہے مجھے آپ سے"

وہ خود سے گویا ہوا۔ اس کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی۔ اس کا جو نقصان ہوا تھا بے شک اس کا ازالہ نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ بیڈ سے اٹھا اور ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ اس شہر میں اس کی آج کی رات بہت بھاری تھی۔ اس نے روم سروس کو کال ملائی اور بیئر کا آرڈر دیا لیکن دوسری طرف کا جواب سن کر وہ بھڑک اٹھا۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ بیئر سرو نہیں کرتے۔ وہ غصے میں کھولتا ہوا باہر نکلا اور ریسیپشن پر جا کر مینیجر کا پوچھا۔ اس کی اونچی آواز سن کر پاس سے گزرتے ہوئے لوگ بھی متوجہ ہو گئے تھے۔

آبش مینیجر سے باتیں کرتی ہوئی جا رہی تھی کہ آواز پر متوجہ ہوئی۔

"یہ آواز کہاں سے آئی ہے؟" آبش نے مینیجر سے پوچھا۔

"میم آئی تھنک ریسیپشن سے آ رہی ہے" مینیجر نے کہا تو وہ دونوں اسی طرف بڑھ گئے۔

"یس سر کوئی پرابلم ہوئی ہے؟" مینیجر نے جلدی سے آگے بڑھ کر پوچھا۔ آبش پیچھے ہی کھڑی تھی۔

"کس طرح کے ویٹرز رکھے ہوئے ہیں تم نے جو کچھ سرو ہی نہیں کر سکتے۔۔۔ مجھے بیئر چاہیے تھی ان کو کال کی تو آرام سے انکار کر دیا"

اس کا غصہ کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔۔۔۔۔وہ شراب کو عادی نہیں تھا لیکن اس کی بڑھتی ہوئی تکلیف جو وہ یہ

سب کر رہا تھا۔

"سوری سر لیکن ہمارا ہوٹل بیئر سرو نہیں کرتا۔آپ کچھ اور۔۔۔۔۔۔"

"اوہ جسٹ شٹ اپ۔۔۔۔۔سرو نہیں کرتے،سرو نہیں کرتے۔۔۔۔تو ہوٹل کھول کر کیوں بیٹھ گئے ہو" سیم نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔مینیجر کو ہتکی ہونے لگی۔اچھا خاصا تماشا بن گیا تھا جو کہ ہوٹل کی ریپوٹیشن خراب کرتا۔اس کے لئے صورتحال کو سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔سیم تو لگتا تھا جیسے اپنے حواس میں نہیں تھا۔وہ خاموش ہوا اور ہوش میں آیا۔وہ پہلی بار اس طرح غصہ نکال رہا تھا اور اسے بالکل سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا بول رہا ہے۔اس سے پہلے کہ وہ مینیجر سے ایکسکیوز کرتا آبش چلتی ہوئی ریسیپشن تک آئی اور ریسیپشنسٹ سے روم بکنگ فائل نکالنے کو کہا۔اس نے جلدی سے فائلز نکال کر اس کو پکڑائی۔اس نے فائل سیم کی طرف بڑھائی۔سیم اسے اپنے سامنے دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ یہ وہی تو تھی جس کو اس نے جیولری شاپ میں دیکھا تھا۔

"روم بکنگ پیج پر واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ ہوٹل گرینڈ حیات میں شراب سرو نہیں ہوتی۔۔۔۔۔روم بک کروانے سے پہلے پڑھنا چاہیے تھا آپ کو۔۔۔"

"میم یہ مسٹر مائیکل کے گیسٹ ہیں" اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی مینیجر نے اطلاع دی۔

"میں نے مسٹر مائیکل کو واضح کر دیا تھا کہ آپ اپنے گیسٹس کو بتا دیجیے گا کہ یہاں پر شراب سرو نہیں ہوتی۔۔۔۔۔دونوں صورتوں میں ہماری کوئی غلطی نہیں ہے۔۔۔۔۔اگر آپ کو اطلاع نہیں ملی تھی تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔رولز آر رولز۔۔۔۔۔باہر نکلیں آپ کو بہت سے بارز مل جائیں گے وہاں جا کر اپنا شوق پورا کیجیے۔۔۔۔۔یہاں پر تماشا مت بنائیں"

"سیم" میکس نے اسے آواز دی تو وہ خاموش ہو کر اس طرف دیکھنے لگی۔میکس اس سے معذرت کرتا ہوا سیم کو وہاں سے لے گیا تو سب لوگ جو وہاں کھڑے تھے اپنے رومز میں چلے گئے۔آبش گھر چلی آئی۔

☆......☆......☆

آج شادی تھی اور چونکہ چرچ میں ہونی تھی اس لیے اس وقت سب گیسٹس چرچ گئے ہوئے تھے۔شام کو چونکہ پارٹی تھی جو کہ ہوٹل میں ہی ہونی تھی اس لیے تیاریاں آخری مراحل میں تھیں۔آبش اس وقت ارینجمنٹس

چیک کرنے آئی تھی۔ وہ نظریں اطراف میں گھماتے ہوئے پیچھے کی جانب چل رہی تھی۔

چرچ میں جوڑے کی قبولیت کی رسم تو ہو چکی تھی جبکہ باقی رسومات ہونا ابھی باقی تھیں اور شام تک چلنی تھیں۔ سیم کو اپنا وہاں مزید رکنا بیکار لگا اس لئے وہ ہوٹل چلا آیا۔ وہ نظریں موبائل پر جمائے چل رہا تھا کہ آبش کو نہ دیکھ سکا اور دونوں کا تصادم ہو گیا۔ آبش لڑکھڑائی اور گرنے ہی والی تھی کہ سیم نے اسے بازو سے پکڑ کر سیدھا کھڑا کیا۔ اس سلسلے میں اس کا سیل فلور کی نظر ہو چکا تھا۔ آبش نے اپنا بازو کھینچا اور سوری کہہ کر جانے لگی کہ سیم کی آواز پر رک گئی۔

"چلو اچھا ہوا حساب برابر ہو گیا"

آبش مڑی اور ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"میرا مطلب ہے کہ اس رات میں نے غلطی کی تھی۔۔۔۔ اور آج تمہیں گرنے سے بچا لیا تو غلطی کا ازالہ ہو گیا۔۔۔ اس چکر میں میرا ایک سیل فون بھی برباد ہو گیا"

اس کے تاثرات دیکھ کر اس نے تفصیل بتائی۔ آبش نے نظریں جھکا کر موبائل کو دیکھا جس کی سکرین ٹوٹ چکی تھی۔

"یہ ازالہ نہیں تھا۔۔۔۔ اور اس سیل کی پے مینیجر کر دے گا"

آبش نے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔ سیم دلچسپی سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس رات کے بعد سے اس نے آبش کو ہوٹل میں نہیں دیکھا تھا۔ اتنا تو وہ جان گیا تھا کہ وہ اس ہوٹل کی اونر ہے۔ وہ جب بھی ہوٹل میں ہوتا نظریں ادھر ادھر گھما کر لاشعوری طور پر اس کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتا۔ وہ اس کو اچھی لگنے لگ گئی تھی۔ کل اس نے واپس چلے جانا تھا اور جانے سے پہلے وہ ایک بار اس سے ملنا چاہتا تھا تاکہ اس کے بارے میں اپنی فیلنگز کا اندازہ کر سکے جو کہ اسے اب ہو چکا تھا۔

"سو آبش رندھاوا تم نے وہ کر دکھایا جو آج تک کوئی نہیں کر سکا۔ تم نے مجھے جیت لیا۔۔۔۔۔ تمہیں میرا اب بننا پڑے گا" وہ پر یقین لہجے میں بولا۔

☆......☆......☆

"میں نے آپ دونوں کو بہت مس کیا۔۔۔۔آئیندہ اگر آپ لوگ اتنی دیر کے لیے گئے نا تو۔۔۔۔۔تو میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گی"

آصف صاحب اور آمنہ بیگم کی آج واپسی تھی اور آبش انہیں ائیر پورٹ پر خود لینے آئی تھی۔وہ دونوں سے ملتے ہی شکوہ کرنے لگی تو وہ مسکرا دیئے۔

"اسی لیے تمہیں کہا تھا کہ ہمارے ساتھ چلو"

مسز رندھاوا نے کہا تو مسکرا دی۔وہ لوگ اب پارکنگ ایریا میں پہنچ چکے تھے۔مسٹر رندھاوا نے بیگ ڈگی میں رکھے اور آ کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئے جبکہ ڈرائیونگ سیٹ آبش نے سنبھال رکھی تھی۔مسٹر رندھاوا کے گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے گاڑی سٹارٹ کی اور پارکنگ سے نکال کر روڈ پر ڈال دی۔

"کیسا رہا آپ کا قیام؟"

آبش نے نظریں روڈ پر جمائے پوچھا۔

"بہت بزی رہا"

"ہاں ان کے کام ہی ختم ہونے میں نہیں آ رہے تھے۔میں اکیلی وہاں بور ہوتی رہی۔۔۔۔۔۔اگر تم ساتھ چلی جاتی تو تھوڑی آؤٹنگ ہی ہو جاتی"

مسز رندھاوا نے شوہر کی بات پوری ہونے سے پہلے کہا۔آبش اور مسٹر رندھاوا نے قہقہہ لگایا۔

"مسٹر مائیکل کی نواسی کی شادی ہو گئی؟"

مسٹر رندھاوا نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"ہاں جی بابا خیریت سے ہو گئی۔۔۔۔۔۔میں نے تو شکر ادا کیا"

آبش نے جواب دیا۔باتوں کے دوران وہ لوگ گھر پہنچ چکے تھے۔

☆......☆......☆

واپسی کے اگلے دن ہی وہ آفس میں موجود تھا۔آفس ورک اور میٹنگز نے اسے ایک ہفتے تک بزی رکھا۔ ایک ہفتے بعد کہیں جا کر اس کو تھوڑی فرصت ملی تو اس نے جان کو اپنے آفس میں بلایا۔

"یس سر" جان آفس میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"ہاں جان کام ہے تم سے۔۔۔۔۔ہوٹل گرینڈ حیات کی اونر ہیں مس آبش رندھاوا مجھے ان کے بارے میں مکمل انفارمیشن چاہیئے۔۔۔۔۔۔کتنا وقت لوگے؟" اس نے پوچھا۔

"سر شام تک آپ کو ساری انفارمیشن مل جائے گی"

جان نے پر یقین لہجے میں کہا اور آفس سے چلا گیا۔سیم جانتا تھا کہ جان یہ کام بہت اچھے سے کرلے گا۔وہ اس طرح کے کاموں میں بہت فاسٹ تھا۔سیم نے لیپ ٹاپ کی طرف دیکھا جہاں آبش کی وہی چیدہ چیدہ معلومات تھیں جو وہ پچھلے ایک ہفتے سے کئی دفعہ پڑھ چکا تھا۔ایک چیز نے اسے بے حد حیران کیا تھا وہ یہ کہ آبش کی ایک بھی تصویر نہیں تھی۔سیم اس کی اتنی احتیاط پر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔بے شک اس کا انتخاب کا جواب تھا۔

"اپنی ماں کے معیار پر اپنی لائف پارٹنر کو مت پرکھنا۔۔۔۔۔۔ضروری نہیں کہ جیسی تمہاری ماں ہے تمہاری ہونے والی بیوی بھی ویسی ہی ہو۔۔۔۔۔۔اگر کوئی اچھا انسان ملے تو اس کی قدر کرنا"

اسے ہمدان کی کسی وقت میں کی ہوئی ہدایت یاد آئی۔ یہ سچ ہی تھا کہ ایک عورت کی صورت میں جینیفر کو دیکھنے کے بعد اسے عورتوں سے نفرت ہوگئی تھی۔نہ وہ کسی کے نزدیک گیا تھا اور نہ ہی کسی کو اپنے قریب آنے دیا تھا۔لیکن آبش کے معاملے میں وہ خود اس کی طرف کھینچتا چلا گیا تھا۔ایک ہفتے سے وہ مسلسل سوچ رہا تھا اور جتنا وہ اسے سوچ رہا تھا اسے دیکھنے کے لئے اتنا ہی بے قرار ہو رہا تھا۔اس ایک ہفتے میں اس پر یہ حقیقت بہت اچھے سے واضح ہوگئی تھی کہ وہ آبش سے محبت کرتا تھا۔

"میں نے ڈیڈی سے سنا تھا کہ دوری محبت کو بڑھاتی ہے آج مان بھی لیا۔۔۔۔تمہاری دوری کا ایک ایک پل میرے دل میں تمہاری محبت کو بڑھا رہا ہے۔۔۔۔کیا جادو کر دیا ہے تم نے مجھ پر"

وہ کرسی کی بیک سے ٹیک لگائے آنکھیں موند کر اس کے عکس سے مخاطب ہوا۔شام تک جان اس کے سامنے حاضر تھا۔

"سر اس فائل میں مس آبش کی ساری انفارمیشن موجود ہے۔ان کی فیملی بیک گراؤنڈ سے لے کر ان کے

پرسنل اور آفس کے نمبر تک ساری انفارمیشن ہے"

جان نے ٹیبل پر اس کے سامنے فائل رکھتے ہوئے کہا۔

"اوکے تھینک یو جان تم جا سکتے ہو"

سیم نے فائل اٹھاتے ہوئے کہا۔اس فائل کھول کر پڑھی اور یہ جان کر مطمئن ہو گیا کہ آبش کا ماضی میں کسی سے کوئی ریلیشن نہیں تھا اور نہ ہی وہ کسی سے منسوب ہے۔اس نے موبائل اٹھایا اور آبش کا نمبر ملایا۔بیل جا رہی تھی لیکن کال ریسیو نہیں ہو رہی تھی۔اس نے پانچ دفعہ نمبر ڈائل کیا لیکن کال ریسیو نہیں ہوئی۔وہ جھنجھلا گیا۔

"ہیلو" جب اس نے چھٹی بار نمبر ملایا تو کال ریسیو کر لی گئی۔

☆......☆......☆

آبش مغرب کی نماز پڑھ رہی تھی جب اس کا سیل مسلسل بج رہا تھا۔نماز پڑھنے کے بعد وہ اٹھی اور سیل دیکھا جہاں انجان نمبر سے پانچ مسڈ کالز تھیں۔وہ سیل واپس رکھ کر جانے لگی تھی کہ پھر سے بیل ہونے لگی۔اس نے کال ریسیو کی تو دوسری طرف سے ہیلو کہا گیا۔

"ہیلو" اس نے بھی جواباً کہا۔

" کیا آبش بات کر رہی ہے"

سیم نے پوچھا حالانکہ کی وہ جانتا تھا کہ آبش ہی ہے۔

"جی آبش ہی بات کر رہی ہے۔۔۔آپ کون؟ اور کیا کام ہے؟"

آبش نے قدرے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"میں کون۔۔۔۔بھول گئی اتنی جلدی۔۔۔۔سیم بات کر رہا ہوں۔۔۔۔وہی جس نے اس دن تمہیں گرنے سے بچایا تھا۔۔۔۔۔۔۔اور کام یہ ہے کہ میں تمہیں پروپوز کرنا چاہ رہا تھا تو بتاؤ کب آؤں"

سیم نے اسے چھیڑنے کے لیے کہا۔

"اوہ شٹ اپ۔۔۔۔۔تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے کال کرنے اور اس طرح کی گھٹیا گفتگو کرنے کی"

آبش کو جب یاد آیا کہ یہ وہی لڑکا ہے تو وہ غصے سے آگ بگولہ ہو گئی۔

"اس میں ہمت کی کیا بات ہے۔۔۔۔بس تمہارا نمبر ڈائل کیا اور کال کر دی مشکل تو نہیں تھا۔۔۔اور رہی بات گھٹیا گفتگو کرنے کی تو اس میں گھٹیا کیا ہے بس پروپوز کرنے کا ہی تو کہا ہے۔۔۔۔کون سا خلائی مون پر جانے کا کہہ رہا ہوں" سیم نے سکون سے کہا۔

"اپنی حد میں رہو تو بہتر ہوگا اور دوبارہ مجھے کال مت کرنا ورنہ اچھا نہیں ہوگا"

آبش کا رنگ اس کی بے باک گفتگو پر سرخ پڑ گیا۔اس نے اسے سختی سے کہا اور کال بند کر دی۔سیم ہیلو ہیلو ہی کرتا رہ گیا۔اس کے چہرے پر تبسم پھیل گیا۔وہ آفس سے اٹھا اور گھر کی طرف چل پڑا۔

☆......☆......☆

آبش جو کہ اس خوش فہمی میں تھی کہ اس کے سختی سے بات کرنے کے بعد وہ اسے دوبارہ کال نہیں کرے گا اس وقت ہوا میں اڑ گئی جب اس کی تقریباً روزانہ کال آنے لگی۔کالز ایک سلسلہ تھا شروع ہوا تو پھر بڑھتا ہی چلا گیا۔پہلے وہ دن میں صرف ایک بار کال کرتا تھا لیکن اب تو اس نے دو تین بار کرنا شروع کر دی تھی۔آبش اس سے سخت عاجز آ چکی تھی وہ اگر اس کا نمبر بلاک کرتی تو وہ نمبر چینج کر کے اس سے کال کرتا۔اس نے بہتر حل یہی نکالا کہ اس کی کال ریسیو کرنا ہی چھوڑ دے اور اگنور کرتی رہے۔تو اب اس نے جواب دینا ہی چھوڑ دیا۔سیم یہی ایک بات پریشان کر رہی تھی۔اس سے رابطے کا جو ایک ذریعہ تھا وہ بھی ختم ہو گیا تھا۔

وہ سلام کرتے ہوئے ڈائننگ روم میں داخل ہوئی اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔کھانا خاموشی سے کھایا گیا۔کھانے کے بعد وہ لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئے۔

"میں پرسوں کی فلائیٹ سے لندن جا رہا ہوں۔۔۔۔بہت امپورٹنٹ میٹنگ ہے میری۔۔۔۔اور تمہاری ماما بھی جانا چاہ رہی ہیں" مسٹر رندھاوا نے بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"بابا میں بھی جانا چاہ رہی تھی۔۔۔۔۔اس بزی روٹین سے تھوڑا ریلیف لینا چاہتی ہوں۔۔۔۔۔پلیز میری بھی ٹکٹ کروا دیجیے گا"

"آبش نے کافی کا سپ لیتے ہوئے کہا تو مسٹر رندھاوا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆......☆......☆

"تمہارا پاکستان کا ٹور کیسا رہا؟"

داوؤد نے ثمروز سے پوچھا۔ثمروز میٹنگ کے لئے پاکستان گیا تھا اور تین دنوں بعد آج واپس آیا تھا۔

"ہمیشہ کی طرح بہت اچھا رہا"

ثمروز نے تولیے سے بال خشک کرتے ہوئے کہا۔بال خشک کرنے کے بعد وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا ہو کر بال بنانے لگا۔داوؤد ٹیبل پر پڑی ثمروز کی فائلز دیکھنے لگا۔وہ دوسری فائل ابھی کھولنے ہی لگا تھا کہ ثمروز کی آواز پر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"تم بور تو نہیں ہوتے رہے میرے پیچھے۔۔۔۔۔۔۔۔اور طبیعت کی سناؤ اب کیسا فیل کرتے ہو؟"

ثمروز بال بنا کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہاں تھوڑا بور ہوا تھا۔۔۔اور طبیعت اب شکر ہے ٹھیک ہے"

داوؤد نے جواباً کہا۔تھوڑی دیر تک بات چیت کرنے کے بعد داوؤد ثمروز کو شب بخیر کہتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

☆......☆......☆

ان کی گاڑی جب گھر کی حدود میں داخل ہوئی تو ماضی کے کتنے ہی مناظر آبش کی آنکھوں میں گھومنے لگے۔اپنے گھر سے کسے محبت نہیں ہوتی اسے بھی تھی۔وہ لوگ گاڑی سے اترے اور اندر کی طرف چل پڑے۔مسٹر رندھاوا تو اپنے کمرے چلے گئے فریش ہونے کے لئے کیونکہ انہیں میٹنگ میں جانا تھا۔مسز رندھاوا بھی کمرے میں چلی گئیں۔جبکہ آبش پورے گھر میں گھومتی رہی اور ماضی کو یاد کرتی رہی۔پورے گھر میں چکر لگانے کے بعد وہ اپنے کمرے آئی اور فریش ہونے کے بعد بیڈ پر لیٹ گئی اور کچھ ہی دیر میں سو گئی۔

☆......☆......☆

"ثمروز"

"ثمروز"

داوؤد اسے پکارتا ہوا اس کے کمرے میں داخل ہوا لیکن وہ شاید واشروم میں تھا۔داوؤد بیٹھ کر اس کا انتظار

کرنے لگا جب اچانک اس کی نظر سائیڈ ٹیبل پر رکھی ڈائری پر پڑی۔ وہ اس طرف گیا اور ڈائری اٹھائی۔ ڈائری جہاں سے کھلی پڑی تھی وہاں پر ایک غزل لکھی ہوئی تھی اور اس کے نیچے "فارمائے لو" اور اس انسان کا نام لکھا ہوا تھا۔ داؤد نے ڈائری رکھی اور واپس صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔

"داؤد کیا ہوا؟" ثمروز واشروم سے نکلا اور سامنے ہی داؤد کو سوچ میں گم پایا دیکھا تو اس سے پوچھا۔

"ہوں۔۔۔۔۔ہاں وہ۔۔۔۔۔اس آدمی کی کال آئی تھی کچھ دیر پہلے وہ بتا رہا تھا بابا آئے ہیں۔۔۔۔۔ کیا تم مجھے ڈراپ کر آؤ گے؟"

داؤد اس کی آواز پر چونکا اور اسے یہاں آنے کی وجہ بتائی۔

"ریئلی۔۔۔۔۔یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔۔۔۔۔شیور میں تمہیں ڈراپ کر دوں گا۔۔۔۔۔چلو"

ثمروز نے کہنے کے ساتھ گاڑی کی چابی اٹھائی اور باہر کی جانب چل پڑا۔ داؤد بھی اس کے پیچھے ہولیا۔

"ثمروز میں نے تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتایا ہے لیکن تم نے اپنے بارے میں کبھی کچھ نہیں بتایا"

گاڑی اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھی جب داؤد نے اچانک پوچھا۔

"کیا جاننے چاہتے ہو؟ ماں باپ نہیں ہیں میرے باقی فیملی پاکستان ہے اور کوئی بہن بھائی نہیں ہے میں اکیلا ہوں"

ثمروز نے مختصر بتایا۔ داؤد نے اس کی طرف دیکھا پھر گہرا سانس لے کر باہر دیکھنے لگا۔ باقی کا سفر خاموشی میں کٹا۔ گھر کے باہر گاڑی روک کر وہ دونوں باہر نکل آئے۔ انہوں نے ڈور بیل بجائی تو وہی آدمی باہر آیا جو اس دن انہیں ملا تھا۔

"آپ ویٹ کریں میں اندر بات کر کے آتا ہوں"

وہ آدمی دوبارہ یہ کہتے ہوئے اندر چلا گیا۔

☆......☆......☆

وہ ایک بہت خوبصورت باغ تھا جس میں وہ اپنے شوہر کے بازو میں بازو ڈالے چل رہی تھی۔ اس نے کوئی بات کی تو اس کا شوہر مسکرانے لگا۔ اس نے اپنے شوہر کو دیکھا اور سوچا۔

"یہ ہر بار مسکراتے ہوئے مجھے اتنا خوبصورت کیوں لگتا ہے کہ نظریں ہٹانے کو دل نہیں کرتا"

"آبش" اس سے پہلے وہ اس کا چہرہ دیکھ پاتی ماما کی آواز پر اس کی آنکھ کھل گئی۔

"کیا ہوا ماما؟" اس نے ان سے پوچھا۔

"کچھ نہیں بس تمہارے بابا میٹنگ پر چلے گئے ہیں تو میں اکیلی تھی اس لیے سوچا کہ تمہیں بلا لاؤں۔۔۔۔۔ لیکن مجھے نہیں پتا تھا کہ تم سو رہی ہو۔۔۔۔۔ اگر تم سونا چاہتی ہو تو سو جاؤ" مسز رندھاوا نے کہا۔

"ارے نہیں ماما لیٹی تھی بس کیسے آنکھ لگ گئی پتا ہی نہیں چلا۔۔۔۔۔ آپ چلیے لاؤنج میں بیٹھتے ہیں" آبش کہتے ساتھ کھڑی ہوئی۔

وہ ان کے ساتھ لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئی۔ کتنی ہی دیر تک وہ دونوں باتیں کرتی رہیں۔ پھر مسز رندھاوا آرام کرنے کمرے میں چلی گئیں۔ آبش اٹھ کر باہر آ گئی۔ مسٹر رندھاوا نے گھر کی حفاظت کے لئے ایک پاکستانی آدمی کو رکھا ہوا تھا۔ آبش اسے انکل کہتی تھی کیونکہ وہ آدمی ان کے بابا کا جاننے والا بھی تھا۔ آبش جب باہر آئی تو اس نے دیکھا وہ باہر کسی سے بات کرنے کے بعد دروازہ بند کر کے مڑے۔ وہ آگے بڑھی اور ان کے پاس پہنچ گئی۔

"اچھا ہوا بیٹا جو آپ آ گئی میں میڈم کے پاس ہی جا رہا تھا" اس آدمی نے کہا۔

"کیوں انکل کیا ہوا؟ کون ہے باہر" اس نے پوچھا۔

"دو لڑکے کھڑے ہیں باہر پہلے بھی آ چکے ہیں۔۔۔۔ ان میں سے ایک کا کہنا ہے کہ یہ اس کا گھر ہے" انہوں نے کہا تو آبش حیران ہوئی۔

"آپ دروازہ کھولیں میں دیکھتی ہوں"

آبش نے کہا تو انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلا آبش کو سامنے کھڑا شخص نظر آیا اور وہ اسے دیکھ کر بالکل ساکت رہ گئی۔ اور ساکت تو پیچھے کھڑا اشمروز بھی رہ گیا تھا آبش کو دیکھ کر آبش نے یقیناً ابھی اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ پیچھے مڑا اور گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا۔ آبش ابھی تک بت بنی کھڑی تھی۔ اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ سامنے داؤد کھڑا ہے۔ ہاں وہی داؤد احمد جو اس کا بھائی تھا۔ جو اسے بے حد عزیز تھا۔ وہ چلتی ہوئی اس تک گئی

اور ہاتھ لگا کر اسے چھوا جب یقین ہو گیا کہ وہ سچ میں کھڑا ہے اس کا وہم نہیں ہے تو اس کے سینے سے لگی اور زاروقطار رونے لگی۔ داؤد اس کا سر تھپکتا رہا۔ وہ آنسو بہاتی اسے بازو سے پکڑ کر اندر لے گئی۔ زبان تو جیسے فرط جذبات سے بولنا بھول گئی تھی۔

"ماما"

"ماما"

اس نے مسز رندھاوا کو آوازیں دیں تو وہ کمرے سے باہر نکل آئیں۔

"کیا ہوا ہے آبش میں ابھی۔۔۔۔"

مسز رندھاوا اپنے دھیان میں بولتی ہوئی لاؤنج میں آئیں لیکن سامنے ہی داؤد کو دیکھ کر الفاظ دم توڑ گئے۔ انہوں نے بے یقینی سے آبش کو دیکھا تو اس کے اثبات میں سر ہلانے پر ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ داؤد نے جلدی سے آگے بڑھ کر انہیں گلے سے لگایا۔ مسز رندھاوا اسے "میرا بچہ، میرا احمد" کہتے ہوئے روتی جارہی تھیں۔ کچھ دیر بعد مسٹر رندھاوا کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا اور ٹھیک دو منٹ بعد وہ لاؤنج کے دروازے پر نمودار ہوئے۔ وہ اپنے دھیان میں چلتے ہوئے آئے اور صوفے کی بیک سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کر کمرے میں جاتے انہیں اپنے بالوں میں انگلیاں چلتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ انہیں اتنا سکون ملا کہ وہ وہیں بیٹھے رہے۔

"بہت تھک گئے ہیں نا آپ بابا؟ مجھے پتا ہے آبش نے آپ کا بالکل خیال نہیں رکھا ہوگا"

آواز پر انہوں نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں اور گردن موڑ کر پیچھے دیکھا تو داؤد اور آنسو بہاتی آبش اور آمنہ بیگم کو پایا۔ ایک پل کو تو وہ سمجھ ہی نہ پائے کہ سامنے کھڑا داؤد حقیقت ہے یا ان کا وہم لیکن آبش اور آمنہ بیگم کو دیکھ کر انہیں یقین ہو گیا کہ یہ حقیقت ہے۔ داؤد ان کے پاس آیا اور "بابا" کہتے ہوئے ان کے گلے لگ کر رونے لگا۔ ماں اور بہن سے ملتے ہوئے اس نے خود پر ضبط رکھا تھا لیکن باپ کے سامنے نہیں رکھ سکا۔ مسٹر رندھاوا کی آنکھوں میں بھی نمی چمکنے لگی لیکن انہوں نے ضبط کر لیا۔ کچھ دیر رونے کے بعد وہ خود چپ ہو گیا کسی نے کچھ نہیں کہا تھا۔ کچھ کہنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔ وہ اب لاؤنج میں ہی بیٹھ چکے تھے۔

"آپ لوگوں نے مجھے ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی تھی؟"

وہاں چھائی خاموشی کو داوؤد کو آواز نے توڑا۔ وہ تینوں حیرانگی سے اسے دیکھنے لگے۔

"ایک منٹ بھائی۔۔۔ آپ زندہ ہیں تو پھر وہ کون تھا جس کو ان لوگوں نے گولیاں ماری"

آبش نے الجھ کر پوچھا۔ "جہاں تک مجھے یاد ہے وہ لوگ آپ کو مار پیٹ کر وہاں سے لے گئے تھے۔۔۔۔ پھر کچھ دیر بعد واپس لے آئے اور۔۔۔۔" اس سے آگے اس کچھ نہیں بولا گیا۔

"وہ کوئی اور تھا۔ ان لوگوں نے میرے کپڑے اس کو پہنا دیے تھے۔ لیکن آپ پہچان کیوں نہیں پائے" داوؤد نے جواباً کہا۔

"انہوں نے اس پر ایسڈ پھینک دیا تھا۔ اس کا چہرہ بری طرح جھلس گیا تھا۔ میرے سامنے یہ سب کچھ ہوا۔۔۔۔۔ وہ لوگ جب آپ آئے تو میری طرف بیک سائیڈ تھی کپڑے آپ کے تھے ہمیں لگا وہ آپ ہیں۔" آبش نے بتایا۔

"لیکن بیٹا انہوں نے تمہیں اپنے پاس کیوں رکھا؟ اور تم پہلے کیوں نہیں آئے پانچ سال بعد کیوں آئے؟" مسز رندھاوا نے پوچھا۔

"ان لوگوں کا تعلق ایک ڈرگ سپلائر گروپ سے تھا جو مختلف شہروں میں ڈرگ سپلائی کرتا تھا۔ جن کے ذریعے کرتے ہیں وہ میری طرح ہی ان کی دشمنی کے شکار لڑکے تھے جن کو کڈنیپ کر کے رکھتے ہیں۔ مجھے بھی ان لوگوں نے اسی کام کے لئے رکھا تھا۔ لیکن میں کبھی ان کی نہیں مانی۔۔۔۔۔۔ جس کی سزا وہ مجھے مسلسل دیتے رہے۔۔۔۔ انہوں نے مجھے ٹارچر کیا، مارا پیٹا، کئی کئی دن کھانا نہیں دیتے تھے۔ مجھے ڈرگز دیتے رہے تا کہ میں اس کا عادی ہو جاؤں لیکن ان کو ناکامی ہوئی۔ میں نے وہاں سے فرار ہونے کی بھی بہت دفعہ کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔ اور اب شاید میرے ساتھ بھی وہی ہوتا جو اس لڑکے کے ساتھ انہوں نے کیا تھا۔ جو بندہ ان کے کام کا نہیں اس کو مار کر کسی اور کو اٹھا لیا پیچھے گھر والوں کو لگتا ہے کہ یہ ان کا ہی فرد ہے۔۔۔۔۔۔۔ لیکن خیر میری قسمت اچھی رہی کہ میں ایک رات وہاں سے نکلنے میں۔ کامیاب ہو ہی گیا"

داوؤد نے انہیں شروع سے سب تفصیل سے بتایا۔

"لیکن تم اب تک کہاں تھے پھر؟" مسٹر رندھاوا نے سوال کیا۔

"وہاں سے نکلا تو مین روڈ پر ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو خود کو ہاسپٹل میں پایا۔۔۔۔ دو ہفتے وہاں رہنے کے بعد گھر آیا تو پتا چلا آپ شفٹ کر چکے ہیں۔ان باہر کھڑے صاحب کو مجھ پر یقین نہیں تھا تو مجھے اندر بھی نہیں آنے دیا۔۔۔۔ پھر مجھے ثمروز اپنے گھر لے گیا۔اس نے میری بہت مدد کی ہے۔ان صاحب کو جاتے ہوئے نمبر دے گئے تھے کہ آپ جب بھی آئیں ہم سے رابطہ کرے۔۔۔۔آج کال آئی تو ہم پہنچ گئے" وہ ایک ٹرانس کی کیفیت میں بولتا ہوا چونکا۔"ثمروز۔۔۔۔۔۔۔کہاں گیا باہر کھڑا تھا میرے ساتھ" داوؤد کو اچانک یاد آیا۔اپنی فیملی سے ملنے کی خوشی میں وہ تب سے بھولا بیٹھا تھا۔اب اس کا ذکر ہوا تو اسے یاد آیا۔

"باہر تو کوئی نہیں ہے۔۔۔میں آیا ہوں وہاں کوئی نہیں تھا وہ چلا گیا ہو گیا" مسٹر رندھاوا نے کہا تو داوؤد نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"شفٹ کہاں ہوئے ہیں اور کیوں؟" اسے یاد آیا تو پوچھا۔

"برلن شفٹ ہوئے ہیں۔تمہاری نانی بیمار تھیں اس لئے وہاں جانا پڑا۔ان کے بزنس کو بھی دیکھنا تھا۔اور تمہارے تو ڈاکومنٹس بھی سب ادھر ہیں۔وہ سب منگوانے پڑیں گے اس طرح تو تم ٹریول نہیں کر سکو گے" مسٹر رندھاوا نے جواب دیا۔

"آپ کل تک پلیز منگوا دیں بابا۔۔۔۔۔مجھے ثمروز سے ملنا ہے۔" داوؤد نے کہا تو مسٹر رندھاوا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ماما کچھ کھلا دیں بہت بھوک لگ گئی ہے اب۔۔۔۔۔۔۔آپ کے ہاتھ کے کھانے کو میں نے بہت مس کیا ہے" داوؤد نے کہا تو مسز رندھاوا کچن کی طرف چلی گئیں۔

☆......☆......☆

اگلے دن داوؤد کے تمام ڈاکومنٹس اس کے ہاتھ میں موجود تھے۔مسٹر رندھاوا واپس چلے گئے تھے کیونکہ ان کو آفس دیکھنا تھا جبکہ مسز رندھاوا اور آبش ادھر ہی دکھائی تھیں۔داوؤد ثمروز کے گھر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔

"لگتا ہے آپ کو یہ صاحب بہت عزیز ہیں اسی لیے آج پھر ان سے ملنے جا رہے ہیں"

آبش کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولی۔

"ہاہاہا۔۔۔۔۔۔ہوا تو نہیں لیکن ہو جائے گا جلد ہی۔۔۔۔اینڈ ڈونٹ ٹیل می کہ تم جیلس ہو رہی ہو"

داوؤد نے شوز پہنتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے جیلس تو ہوں گی نہ میں۔۔۔۔۔میرا بھائی ابھی کل گھر آ رہا ہے اور پھر سے آج گھومنے کے لیے نکل رہا ہے" آبش نے ناک سکوڑتے ہوئے کہا۔

"ضروری کام سے جا رہا ہوں یار۔۔۔۔۔۔شام تک پکا آ جاؤں گا"

داوؤد نے کھڑے ہو کر اس کی ناک دباتے ہوئے کہا اور باہر کی جانب چل پڑا۔ کچھ ہی دیر میں اس کی گاڑی سڑک پر رواں دواں تھی۔ اس کی پیشانی پر سوچوں کا جال بچھا ہوا تھا۔

☆......☆......☆

ثمروز آفس میں بیٹھا کام کر رہا تھا جب اس کی سیکرٹری نے اسے بتایا کہ اس سے کوئی ملنے آیا ہے۔ اس نے اسے اندر بھیجنے کو کہا۔ کچھ دیر بعد داوؤد کو آفس کے دروازے پر کھڑا دیکھ کر وہ حیران ہوا۔

"جہاں تک مجھے یاد ہے میں تمہیں کل تمہارے گھر چھوڑ کر آیا تھا تم آج پھر یہاں موجود ہو اور میرے آفس کا ایڈریس تو میں نے تمہیں نہیں بتایا تھا" ثمروز نے کہا۔

"تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی اس لئے آج ہی آنا پڑا۔۔۔۔۔اور ایڈریس تمہارے واچ مین نے دیا" داوؤد نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

ثمروز چونک گیا ایسی کون سی بات تھی جس کے لئے اسے آج آنا پڑا۔ پھر داوؤد نے جو اس سے پوچھا وہ اسے شاکڈ کرنے کے لئے کافی تھا۔ ثمروز کے پاس بتانے کے سوا اب کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ اسے سب بتاتا چلا گیا۔ سب کچھ بتا کر وہ خاموش ہو گیا تو داوؤد کھڑا ہو گیا۔

"جمعے کو نکاح ہو گا تیار رہنا" داوؤد نے کہا اور آفس سے چلا گیا۔ جبکہ ثمروز حیرت زدہ بیٹھا رہ گیا۔

☆......☆......☆

دو دن بعد مسٹر رندھاوا داوؤد کے بلانے پر پھر موجود تھے۔ اس وقت داوؤد ان کے کمرے میں موجود ان

سے بات کر رہا تھا۔

"ماما بابا میرے پاس آبش کا ایک پروپوزل ہے"

وہ ان کے تاثرات دیکھنے کے لیے رکا پھر گویا ہوا۔

"ثمروز ہے وہ لڑکا میں نے اس دن بھی اس کے بارے میں آپ لوگوں کو بتایا تھا۔ بہت اچھا ہے وہ اور مجھے یقین ہے کہ آبش اس کے ساتھ خوش رہے گی۔۔۔۔۔اس کی فیملی پاکستان میں رہتی ہے۔۔۔۔وہ خود مانچسٹر میں سیٹلڈ ہے۔کافی بڑا بزنس مین ہے وہ بابا آپ تو جانتے ہوں گے نا۔۔۔۔آپ کیا کہتے ہیں؟"اس نے گیند ان کی کورٹ میں پھینکا۔

"ہمیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔۔۔تم اپنی بہن کو غلط انسان کے حوالے تو نہیں کرو گے ہم جانتے ہیں۔۔۔۔اور ویسے بھی تم اس کے ساتھ رہے ہو تم اس کو بہتر جانتے ہو گے۔لیکن آبش سے پوچھ کر فائنل کرنا" مسٹر رندھاوا نے جواب دیا۔

"آپ فکر نہیں کریں اس سے میں پوچھ لوں گا۔۔۔۔مجھے یقین ہے وہ میری بات سے انکار نہیں کرے گی۔۔۔۔تو اس جمعے کو نکاح کروا دیتے ہیں۔۔۔۔میں جانتا ہوں بہت جلدی کر رہا ہوں لیکن یہ ضروری ہے بابا میں اب کسی قسم کا کوئی رسک نہیں لینا چاہتا۔آپ جانتے ہیں پہلے بھی کیا ہوا تھا"

مسٹر رندھاوا کچھ کہنے ہی لگے تھے کہ اس نے جلدی سے کہا۔

"ٹھیک ہے پھر تم آبش سے بات کر لو"

انہوں نے کچھ سوچ کر کہا۔اتنے میں آبش دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔وہ ابھی سو کر اٹھی تھی۔

"آؤ بھئی تمہارے بارے میں ہی بات کر رہے تھے"

داوود نے شرارت سے کہا تو وہ ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"بیٹا تمہارا ایک پروپوزل آیا ہے۔۔۔۔بلکہ داوود لایا ہے۔۔۔۔داوود جس لڑکے کے پاس رہتا تھا نا اسی کا پروپوزل ہے۔۔۔ہمیں تو اچھا لگا ہے۔۔۔۔اب تم اپنا فیصلہ سناؤ"

وہ آکر بیٹھی تو مسز رندھاوا نے کہا۔

"وہ بہت اچھا ہے آبش۔۔۔۔۔۔ مجھے یقین ہے تم اس کے ساتھ خوش رہو گی"

داوؤد نے بھی کہا۔

"اگر آپ نے اسے پسند کیا ہے تو مجھے یقین ہے وہ اچھا انسان ہی ہوگا۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے"

آبش نے جواب دیا تو وہ تینوں مسکرا دیئے۔

"ویسے وہ ہینڈسم بھی بہت ہے کہتی ہو تو تصویر دکھا دوں"

داوؤد نے شرارت سے کہا۔

"بھائی" اس نے آنکھیں دکھائی۔

"ہم نے جمعے کو نکاح کا سوچا ہے۔۔۔۔ تم اپنی ماما کے ساتھ جا کر شاپنگ وغیرہ کر لینا"

مسٹر رندھاوا نے اسے اطلاع دی۔

"بابا اتنی جلدی ابھی تو میں نے بھائی کے ساتھ رہنا تھا"

وہ روہانسی ہوگئی۔

"میں تم سے ملتا رہوں گا اس کی ٹینشن مت لو۔۔۔ اور ویسے بھی تم نے پانچ سال ماما بابا سے بہت لاڈ اٹھوا لیے ہیں اب میری باری ہے اسی لیے تمہیں رخصت کروا رہا ہوں"

داوؤد نے شرارت سے کہا تو مسٹر رندھاوا نے اسے متنبیہ کیا۔

"بیٹا ہم تمہارے معاملے میں دوبارہ کوئی رسک نہیں لینا چاہتے اس لیے جلدی کر رہے ہیں"

انہوں نے اسے وجہ بتائی تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ خود ویسے بھی سیم کی وجہ سے پریشان تھی جس کی کالز کا سلسلہ ایک بار پھر سے چل پڑا تھا۔

☆......☆......☆

دن چٹکیوں میں گزر گئے اور وہ دن بھی آن پہنچا جب وہ کسی اور کی ہونے جا رہی تھی۔ وہ اس وقت اپنے کمرے میں تھی جب اس کا سیل بجنے لگا۔ اس نے دیکھا تو سکرین پر انجان نمبر تھا لیکن وہ جانتی تھی کہ یہ سیم ہی ہوگا۔ اس نے اس سے دوٹوک بات کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے کال ریسیو کی۔

"ہیلو۔۔۔۔۔۔آبش کال نہ کاٹنا" سیم نے جلدی سے کہا۔

"مسٹر سیم میری ایک بات کان کھول کر سن لو۔۔۔۔۔۔میرا آج نکاح ہے۔۔۔۔۔میری شادی ہو رہی ہے تو بہتر رہے گا کہ تم مجھے تنگ کرنا چھوڑ دو"

آبش نے سخت لہجے میں کہا۔سیم چند لمحے بول ہی نہیں سکا.

"تم بھی میری ایک بات کان کھول کر سن لو آبش رندھاوا تم میرے علاوہ کسی اور کی نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔۔میں دیکھتا ہوں تم کیسے کسی اور کی ہوتی ہو"

اس نے دھمکی آمیز لہجے میں کہتے ہوئے کال بند کر دی۔اس نے اس قدر سخت لہجے میں کہا تھا کہ آبش کے ہاتھ کانپنے لگے۔

پورے گھر میں تیاریاں زور و شور سے کی جا رہی تھیں۔کوئی اتنا بڑا فنکشن تو نہیں تھا لیکن ان کے گھر کی پہلی شادی تھی اور وہ بھی لاڈلی بیٹی کی تو پھر تیاریاں بھی اسی حساب سے ہونی تھیں۔دو بجے کے قریب پارلر کی لڑکیاں اس کو تیار کرنے کے لئے آ گئیں۔

ثمروز اپنے دوست اور آفس کے کچھ افراد سمیت آ چکا تھا۔ایک گھنٹے تک وہ اس کو تیار کر کے چلی گئیں تو مسز رندھاوا کمرے میں داخل ہوئیں۔انہوں نے اسے دیکھتے ہی بے اختیار "ماشاءاللہ" کہا۔ریڈ لہنگے، وائٹ شرٹ اور ریڈ ہی دوپٹے میں وہ اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ نظر ہٹنے سے انکار کر رہی تھی۔دلہناپے کو روپ اوپر سے اس کی معصومیت غضب ڈھا رہی تھی۔وہ پہلے کبھی بھی تیار نہیں ہوئی تھی۔ہمیشہ سادگی میں ہی رہی اور اب جب وہ دلہن بنی تھی تو روپ تو آنا ہی تھا۔انہوں نے اس پر آیت الکرسی پڑھ کر پھونک ماری اور باہر چلی گئیں۔

کچھ ہی دیر بعد آمنہ بیگم، آصف صاحب اور داوؤد مولوی صاحب کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔نکاح پڑھانے کے بعد داوؤد اور آصف صاحب مولوی صاحب کے ساتھ چلے گئے جبکہ آمنہ بیگم آبش کے پاس ہی رک گئیں کیونکہ فوٹوگرافر نے اس کی تصویریں کھینچنی تھیں۔وہ آمنہ بیگم کی کسی بات پر مسکرائی تو فوٹوگرافر نے جلدی سے وہ منظر قید کر لیا۔چند تصویریں اور لینے کے بعد وہ چلا گیا۔

مہمانوں کا انتظام باہر لان میں کیا گیا تھا۔نکاح کے بعد داوؤد اس سے گلے ملا اور کہا۔

"میں نے اپنا کہا کر دکھایا"

"کیا وہ نہیں جانتی؟" ثمروز نے اس سے الگ ہو کر حیرانگی سے پوچھا۔

"انجان ہونا شرط تھا" داوٗد نے کہا تو وہ ہنس دیا۔

آبش ونڈو کے پاس آئی اور پردہ سرکا کر باہر دیکھا۔اس کی نظر سٹیج پر پڑی جہاں داوٗد ثمروز کے گلے لگا مسکراتا ہوا کچھ کہہ رہا تھا جواباً ثمروز نے اس سے علیحدہ ہو کر حیرانگی سے کچھ پوچھا۔داوٗد نے جواب دیا تو ہنس کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔اور جب وہ سیدھا ہوا تو آبش کو لگا کمرے کی چھت اس کے سر پر آ گری ہو۔وہ بت بنی اسی طرف دیکھ رہی تھی جب داوٗد اس کے کمرے میں داخل ہوا۔داوٗد نے اسے ونڈو کے پاس کھڑے دیکھا تو اپنی آنکھیں میچ لیں۔

"آبش" اس نے اسے پکارا تو وہ اس کی طرف مڑی۔

"بھائی۔۔۔۔۔۔۔یہ۔۔۔۔۔۔۔یہ ثمروز نہیں۔۔۔"

"سیم ہے۔۔۔۔۔۔۔یہی کہنا چاہتی ہو نا۔۔۔۔۔۔میں جانتا ہوں"

داوٗد نے اس کی بات کاٹ کر کہا تو وہ حیرانگی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"ادھر بیٹھو۔۔۔۔۔۔۔بیٹھو نا" داوٗد نے اسے بیڈ پر بٹھایا۔

"آبش میری بات دھیان سے سننا۔۔۔۔۔۔۔۔یہ ثمروز ہے ثمروز ہمدان مصطفیٰ۔۔۔۔۔۔۔سیم اس کی ماں کا دیا ہوا نام تھا۔میں جانتا ہوں اس نے تمہارے ہوٹل میں تماشا کیا۔۔۔۔۔۔۔تمہیں کالز کر کے تنگ کرتا رہا ہے۔اس نے تمہیں تنگ کیا یہ میں مانتا ہوں غلط کیا۔۔۔۔لیکن جہاں تک بات ہے اس ہنگامے کی تو آبش انسان کے ہر عمل کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے۔میں نہیں جانتا اس نے وہ کیوں کیا۔۔۔ہاں لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ وہ شراب نہیں پیتا۔وہ جیسا دکھتا ہے ویسا ہے نہیں۔میں نہیں جانتا کہ اس نے ماضی میں کون سے دکھ دیکھے ہیں کہ وہ مسکراتا بھی نہیں ہے کیونکہ میں ڈیڑھ ماہ اس کے ساتھ رہا ہوں اور میں نے اسے مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔لیکن آج اس کو دیکھو وہ نہ صرف مسکرا رہا ہے بلکہ ہنس بھی رہا ہے اور جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔کیا اس کی اچھائی کا ثبوت یہیں سے نہیں ملتا کہ اس نے ایک انجان شخص کی اتنی مدد کی۔۔۔

اسے اپنے گھر میں رکھا۔ تمہارا بھائی اگر آج تمہارے سامنے بیٹھا ہے نا تو اس کی وجہ سے۔۔۔ وہ محسن ہے میرا۔۔۔ وہ شخص صرف محبت اور توجہ کا طالب ہے اگر تم اسے دوگی تو وہ تم پر اپنے راز کھول دے گا اور یقین مانو ہمیشہ تمہارا بن کر رہے گا۔ ویسے بھی مجھے لگتا ہے کہ انسان کو پہلی ملاقات میں ہی اس کے بارے میں رائے نہیں قائم کر لینی چاہیے جب تک آپ اس انسان کو جان نہیں لیتے اس کے بارے میں کچھ بھی کہنا غلط ہوگا۔ تم اس کے ساتھ رہو اس کو جانو پھر اس کے بارے کوئی رائے قائم کرو"

داؤد نے اس سب تفصیل سے بتانا اور سمجھانا ضروری سمجھا۔ اتنے مسز رندھاوا اندر داخل ہوئیں۔

" آجاؤ بچو باہر مہمان ویٹ کر رہے ہیں"

انہوں نے کہا تو داؤد نے کھڑے ہوتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ آبش اس کا ہاتھ تھام کر کھڑی ہوگئی۔

" تمہیں پتا ہے کھڑوس آدمی تم مسکراتے ہوئے کتنے اچھے لگ رہے ہو" میکس نے اس سے کہا تو وہ ہنس دیا۔ کچھ دیر بعد آبش داؤد اور مسز رندھاوا کے ہمراہ سامنے سے آتی ہوئی نظر آئی تو بالکل ساکت رہ گیا۔ اتنی خوبصورت دلہن اس نے آج تک نہیں دیکھی تھی۔ اسے ایسے لگا جیسے آسمان سے کوئی پری اتر کر اس کے سامنے چلی آرہی ہو۔ وہ آگے بڑھا اور اس کا ہاتھ تھام کر سٹیج پر چڑھنے میں مدد دی۔ وہ دونوں اب بیٹھ چکے تھے۔ بلاشبہ وہ ایک پرفیکٹ کپل تھا۔ کوئی بھی دوسرے سے کم نہیں تھا۔ ثمروز بلیک ڈنر سوٹ میں بہت ہینڈسم لگ رہا تھا۔

رخصتی کے وقت وہ ماما بابا اور داؤد سے ملتے ہوئے رو دی۔

" خیال رکھنا میری بہن کا" داؤد نے ثمروز سے ملتے ہوئے کہا۔ آبش کو گاڑی میں بٹھایا گیا تو ثمروز مسٹر رندھاوا سے مصافحہ کرنے کے بعد فرنٹ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ یہ ان کا ایک دوسرے کے ساتھ پہلا سفر تھا اور خاموشی میں کٹا تھا۔ آبش خاموش ونڈو سے باہر دیکھتی داؤد کی تمام باتوں کو سوچتی رہی تھی۔

☆......☆......☆

وہ اپنی تصویر کے سامنے کھڑی تھی جس میں وہ دلہن بنی سر جھکائے مسکرا رہی تھی۔ ثمروز کمرے میں داخل ہوا تو اسے سامنے کھڑا پایا۔ وہ چلتا ہوا اس کے پیچھے جا کر کھڑا ہوگیا۔ وہ اس کے اتنے پاس کھڑا تھا کہ آبش اس کی

سانسوں کی آواز با آسانی سن رہی تھی۔

"خوبصورت ہے نا؟" ثمروز نے اس سے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔"ہاں یہ بہت خوبصورت ہے۔دنیا میں موجود سب تصویروں سے زیادہ خوبصورت ہے۔اس کے لیئے میں نے جان کی دوڑ لگوائی تھی۔ میں چاہتا تھا تمہارے کمرے میں آنے سے پہلے یہ یہاں موجود ہو" ثمروز نے کہا۔

"میں چینج کرنا چاہتی ہوں" آبش نے آہستگی سے کہا۔

"یہ ڈریسنگ روم ہے اور وارڈروب میں تمہارے ڈریسز سیٹ ہیں" ثمروز نے ڈریسنگ روم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو اس طرف چلی گئی۔آبش چینج کر آئی تو ثمروز دیکھا جو چینج کرنے کے بعد بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔اس نے نظریں گھما کر کمرے کو دیکھا۔یہ ثمروز کے پینٹ ہاؤس کا ماسٹر بیڈ روم تھا۔کمرے میں موجود ہر چیز وائٹ اینڈ بلیک کنٹراسٹ کی تھی۔وہ چلتی ہوئی صوفے تک گئی اور لیٹ گئی۔ثمروز نے اسے دیکھا جو صوفے پر لیٹ چکی تھی۔

"آبش تم۔۔۔۔"

"مجھے وقت چاہیے" اس سے پہلے کہ ثمروز کچھ کہتا آبش نے کہا اور آنکھیں موند لیں۔ثمروز نے کروٹ بدلی اور سو گیا۔پندرہ منٹ بعد آبش نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا جو شاید تھکاوٹ کے باعث جلدی سو گیا تھا۔ وہ اس کے سو جانے کا ہی انتظار کر رہی تھی۔وہ اٹھی اور چلتی ہوئی ڈریسنگ روم میں داخل ہوئی۔اس نے ثمروز کی وارڈروب کھولی اور اس میں سے ڈائری نکالی جو وہ کچھ دیر پہلے وہاں دیکھ کر گئی۔وہ ڈائری لے کر واپس کمرے میں آئی اور صوفے پر بیٹھ کر پڑھنے لگی۔کمرے میں اتنی روشنی تو تھی کہ وہ بغیر لائٹ جلائے ڈائری پڑھ رہی تھی۔ وہ ڈائری ہمدان کی تھی جس میں اس نے اپنی بیماری تک کی ساری زندگی کے بارے میں لکھا تھا۔ڈائری میں اس کے بستر پر لگنے سے پہلے تک کے واقعات تھے۔

آبش نے گہری سانس لے کر ڈائری بند کی۔ایک آنسو اس کی پلکوں کی باڑ توڑ کر ڈائری پر گر گیا۔وہ خود پر قابو پاتے ہوئے اٹھی اور ڈائری واپس اس کی جگہ پر رکھ آئی۔کمرے آ کر وہ دوبارہ صوفے پر لیٹ گئی۔وہ مسلسل ثمروز کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ ہمدان کے مرنے کے بعد وہ یہاں کیسے پہنچا۔سوچتے ہوئے کب اس کی

آنکھ لگ گئی اسے پتا بھی نہ چلا۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو ساڑھے چار ہو رہے تھے۔ وہ اٹھی اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگی۔

"ڈیڈی۔۔۔۔۔ڈیڈی مجھے چھوڑ کر مت جائیں۔۔۔۔۔ان لوگوں نے میرے ساتھ غلط کیا۔۔۔۔۔۔ ڈیڈی پلیز مجھے چھوڑ کر مت جائیں"

وہ نماز پڑھ کر ابھی اٹھی ہی تھی کہ اسے ثمروز کے بڑبڑانے کی آواز آئی۔ وہ جلدی سے بیڈ کے پاس آئی اور اس کے پاس جا کر بیٹھی۔

"ثمروز"

"ثمروز"

اس نے ثمروز کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے پکارا تو اس نے آبش کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"پلیز ڈونٹ لیو می۔۔۔۔۔مجھے اکیلا چھوڑ کر مت جاؤ" اس نے بے قراری سے کہا۔

"ثمروز میں یہیں ہوں۔۔۔۔۔میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جا رہی۔۔۔۔۔میں آپ کے پاس ہی ہوں"

آبش نے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا تو وہ پر سکون ہو کر سو گیا۔

"ابھی بھی بہت کچھ ہے آپ کے بارے میں جو جاننے والا ہے" اس نے ثمروز کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا۔ اسے داؤد کی باتوں پر یقین ہو چکا تھا۔ ایک ہی رات میں وہ ثمروز کے بارے میں کافی کچھ جان چکی تھی۔ اسے پتا بھی نہیں تھا ثمروز کے لئے اس کے دل میں نرم گوشہ پیدا ہو گیا تھا۔

ثمروز کی آنکھ جب کھلی تو آبش کو اپنے پاس سوتا دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔ ابھی رات کو ہی تو وہ اس کہہ رہی تھی کہ وقت چاہیے اور اس کے پاس سونا اس حیران ہی تو کر گیا۔ اس نے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں جکڑا ہوا تھا۔ ثمروز نے وال کلاک کی طرف دیکھا جہاں دن کے گیارہ بج رہے تھے۔ وہ شاکڈ ہو گیا کیونکہ وہ کبھی بھی اتنی دیر تک نہیں سویا تھا۔

"خواب دیکھنے کے بعد تو میں لازمی اٹھ جاتا ہوں تو پھر آج۔۔۔۔۔" اس نے سوچتے ہوئے چونک کر آبش کی طرف دیکھا اور سمجھ آنے پر گہرا سانس لیا۔ وہ ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر اسے دیکھنے لگا۔ آبش نے کسمساتے

ہوئے آنکھیں کھولیں۔اس نے ثمروز کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اس کے دیکھنے پر مسکرایا تو آبش کے دل کی دھڑکن مس ہوئی۔وہ خود تو لیڈی کلر تھا ہی سونے پر سہاگا اس کی مسکراہٹ۔"شاید اسی لیے وہ مسکراتا نہیں تھا" آبش نے اسے دیکھتے ہوئے سوچا۔

"میرا خیال ہے تم نے فیصلہ کر لیا ہے" ثمروز نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ کو کبھی کسی نے بتایا ہے کہ آپ مسکراتے ہوئے کتنے اچھے لگتے ہیں" ثمروز نے قہقہہ لگایا۔آبش جب اندازہ ہوا کہ اس نے کیا کہہ دیا ہے تو وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر غصے سے اٹھی اور واشروم چلی گئی۔ثمروز کی ہنسی تھم گئی۔آبش یہ ری ایکشن غیر متوقع تھا۔وہ اٹھ کر بیٹھا اور سوچ میں پڑ گیا۔

"ایم سوری" آبش واشروم سے نکل کر آگے بڑھی ہی تھی کہ ثمروز کی آواز پر رک گئی۔وہ چلتا ہوا اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا کہنا شروع کیا

"میں جانتا ہوں تم مجھ سے نفرت کرتی تھی لیکن داود کے کہنے پر تم خاموشی سے میرے ساتھ آگئی۔۔۔لیکن میں نے اسے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ تمہیں شادی کے لئے فورس نہ کرے۔۔۔لیکن میری۔۔۔۔"

آبش اسے ہی دیکھ رہی تھی۔وہ بہت الجھا ہوا لگ رہا تھا۔آبش کو بے اختیار اس پر ترس آیا۔وہ چلتی ہوئی اس تک گئی اور سر اس کے سینے پر رکھ کر اپنا ہاتھ بالکل اس کے دل کی جگہ پر رکھا۔ثمروز کو اپنے اندر تک سکون اترتا ہوا محسوس ہوا اس کی بات نامکمل رہی۔

"آپ سے کس نے کہا کہ میں آپ سے نفرت کرتی ہوں۔۔۔۔۔ہاں وہ وقتی غصہ تھا ختم ہو گیا۔۔۔۔بھائی نے مجھے کبھی کسی چیز کے لیے فورس نہیں کیا تو شادی کے لیے کیسے کر سکتے تھے۔ہاں رخصتی سے پہلے انہوں نے مجھے سچ بتا دیا تھا اور میں اپنی مرضی سے آپ کے ساتھ آئی تھی مجھے کسی نے فورس نہیں کیا تھا۔وقت میں نے مانگا کیونکہ مجھے میں ذہنی طور پر ابھی تیار نہیں تھی۔کچھ دیر پہلے آپ کے پاس ہونا اس بات کا ثبوت تھا کہ میں نے کیا فیصلہ کیا ہے۔"

وہ اس کے سینے پر سر رکھے پرسکون لہجے میں کہہ رہی تھی۔ثمروز بازو بڑھا کر اسے خود میں سمو لیا۔

"نفرت نہیں کرتی تو محبت بھی نہیں کرتی" ثمروز نے کہا۔

"محبت۔۔۔۔۔۔۔۔ہو رہی ہے" آبش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو ابھی جو غصے سے گئی وہ کیا تھا؟" ثمروز نے پوچھا تو وہ ہنستی ہوئی اس سے علیحدہ ہوئی۔

"وہ۔۔۔۔۔۔وہ تو بس آپ سے سوری کہلوانا تھا اس لیے بس چھوٹا سا ایکشن تھا" اس بتا کر قہقہہ لگایا اور دیر تک ہنستی رہی۔ "کیا اس کے علاوہ کوئی اور نظارہ بھی اتنا خوبصورت ہو سکتا ہے"۔دل نے سرگوشی کی تو اس نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔ "شاید نہیں"۔دماغ نے کہا۔آبش نے ہنستے ہوئے اسے دیکھا جو اسے پرشوق نظروں سے دیکھ رہا تھا۔وہ اس کی طرف جھکا اور آنکھ کے تل پر بوسہ دیا۔آبش وہیں تھم گئی تھی۔ثمروز پیچھا ہوا اور آبش کو دیکھا جس کی رنگت سرخ پڑ چکی تھی۔

"یہ مجھے بہت اپیل کرتا تھا۔ایسا لگتا ہے جیسے تمہاری نظر اتارنے کے لئے لگایا گیا ہے"

ثمروز نے دلکشی سے مسکراتے ہوئے کہا۔وہ اسے دیکھے جا رہا تھا اور پتا نہیں کب تک دیکھتا رہتا کہ اس کا موبائل بج اٹھا۔اس نے کال ریسیو کی۔

"اگر رومانس ختم ہو گیا ہو تو نیچے آ جاؤ۔۔۔میں آدھے گھنٹے سے ویٹ کر رہا ہوں"

دوسری طرف میکس کی غصے میں ڈوبی آواز آئی تو اس نے ہنس کر کال بند کر دی۔

"میکس آیا ہے نیچے میں اس سے مل آؤں" اس نے اطلاع دی اور باہر چلا گیا۔آبش چونکہ پاس ہی کھڑی تھی اس لیے میکس کا کہا ہوا جملہ بھی سن چکی تھی۔

☆......☆......☆

"آبش تمہیں پتا ہے ثمروز شاعری بہت اچھی کرتا ہے۔۔۔میں نے اس کی ڈائری پڑھی ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس نے وہ لکھی بھی تمہارے لیے ہے"

تقریباً ایک ہفتے بعد آصف صاحب، آمنہ بیگم اور داؤد آبش سے ملنے آئے تھے۔وہ واپس برلن جا رہے تھے اس لئے جانے سے پہلے اس سے ملنے آئے تھے۔اس وقت وہ تینوں ڈنر کے بعد باہر واک کر رہے تھے۔ جب داؤد نے اچانک آبش سے کہا۔اس نے حیرانگی سے ثمروز کی طرف دیکھا تو وہ کندھے اچکا کر مسکرا دیا۔

"چلو ثمروز اب اپنے اچھے شوہر ہونے کا ثبوت دو اور آبش کو بھی کچھ سناؤ"

داؤد نے فرمائش کی تو ثمروز نے آبش کی طرف دیکھا۔

ادھر تم موڑ مڑتی ہو

ادھر دنیا بدلتی ہے

کہ جیسے رات کا کاجل

اچانک دن میں ڈھل جائے

اداسی سے بھرے چہرے پہ

جیسے چاند کھل جائے

نظر آتی رہو یوں ہی

اگر ہر موڑ پر پیہم

طلسم روز و شب میں

یہ سفر یوں ہی گزر جائے

میری ہستی سنور جائے

آبش کو نظروں کے حصار میں رکھتے ہوئے اس نے غزل سنائی۔ آبش کے چہرے پر سرخی چھا گئی۔

"واہ واہ یہ ہوئی نہ بات" داؤد نے اسے داد دی جو اس نے مسکراتے ہوئے وصول کی۔

وہ لوگ اب واپس جا رہے تھے۔ آبش روزانہ ثمروز کے حوالے سے نئی باتوں سے آگاہ ہوتی تھی۔ ثمروز اس کے لئے بہت اچھا شوہر ثابت ہو رہا تھا۔ اس نے ثمروز کی طرف دیکھا جو داؤد سے باتیں کرتے ہوئے چل رہا تھا۔ وہ کسی بات پر مسکرایا تو آبش کو وہ خواب یاد آ گیا کوئی شک نہیں تھا کہ اس کی خواب میں وہ ثمروز ہی تھا۔ اس کی مسکراہٹ آبش کی کمزوری تھی۔ وہ جب بھی مسکراتا آبش کا دل چاہتا بس وقت وہیں تھم سا جائے اور وہ اسے دیکھتی رہے۔ اس نے گہرا سانس لے کر سامنے دیکھا وہ لوگ پینٹ ہاؤس کے قریب پہنچ چکے تھے۔

☆......☆......☆

" کیا بات ہے ثمروز؟ کیا سوچ رہے ہیں؟ میں کب سے دیکھ رہی ہوں آپ گم صم سے بیٹھے ہیں"

آبش نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو ثمروز نے چونک کر اسے دیکھا۔

"میں تمہیں اپنے بارے میں کچھ بتانا چاہتا ہوں" ثمروز نے مدھم آواز میں کہا۔آبش نے اس کا تھپکا یہ اشارہ تھا کہ وہ کہہ دے وہ سن رہی ہے۔آبش کو اندازہ تھا کہ وہ اپنے ماضی کے بارے میں ہی بات کرنا چاہتا ہے۔اس نے ثمروز سے ایک دفعہ بھی اس کے ماضی کے بارے میں نہیں پوچھا تھا وہ چاہتی تھی کہ ثمروز خود اسے سب بتائے۔اس نے اسے موقع دیا تھا کہ وہ اپنے اندر جمع اتنے سالوں کا غبار خود باہر نکالے۔ثمروز نے اسے وہ سب بتایا جو وہ ہمدان کی ڈائری میں پڑھ چکی تھی۔ پھر اس نے ہمدان کے مرنے کے بعد کے سب واقعات بتائے۔لیکن گھر سے نکلنے والی بات کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔

"پھر کیا ہوا ثمروز؟" آبش نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں وہ بہت مشکل سے خود پر ضبط کر رہا تھا۔

" گھر سے نکلنے کے بعد بہت دور جا کر میں ایک گاڑی میں بیٹھا۔۔۔میں نہیں جانتا تھا کہ وہ گاڑی مانچسٹر جا رہی ہے۔۔۔لیکن مانچسٹر میں وہ ثمروز نہیں پہنچ پایا تھا جو اپنے گھر سے خود کو بچا کر نکلا تھا۔۔۔مانچسٹر میں ایک۔۔۔"

وہ جو خود کو بہت کنٹرول کر رہا تھا اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور بات پوری نہیں کر سکا۔

"مانچسٹر میں ایک۔۔۔۔گینگ ریپ وکٹم سیم پہنچا تھا"

آبش کو ایسے لگا کمرے کی چھت اس کے سر پر آ گری ہو۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔اس کے دل میں ثمروز کی محبت کئی گنا بڑھ گئی تھی۔

"وہ۔۔۔۔وہ تین نیگروز تھے۔۔۔میں نے خود کو بچانے کی بہت کوشش کی لیکن۔۔۔لیکن میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکا۔۔۔گھر سے نکلنے کے باوجود میں خود کو بچا نہیں سکا"

آبش کے لئے اس سے آگے سننا مشکل ہو گیا تھا اس نے ثمروز کو گلے لگا لیا۔وہ بچوں کی طرح رو رہا تھا۔ آبش نے اسے رونے دیا تا کہ اس کی تکلیف میں کچھ کمی آئے۔اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ ثمروز کا تکلیف دہ ماضی اس کے ذہن سے نکال دے تا کہ اس کو تکلیف نہ دیتا رہے۔

وہ رونے کے بعد اب پرسکون ہو کر سو رہا تھا۔آبش اس کے بالوں میں انگلیاں چلا رہی تھی۔اسے اپنا دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔وہ یہی سوچ رہی تھی کہ ثمروز نے اتنی تکلیف اکیلے برداشت کی اور دس سالوں سے کرتا آ رہا تھا۔اسے ثمروز پر فخر ہو رہا تھا جو اتنی تکلیف سہنے کے بعد بھی ٹوٹا نہیں تھا بلکہ مشکلات کا سامنا کرتا رہا اور خود کو کامیاب بزنس مین بن کر دکھایا تھا۔

"ہم خاک نشینوں کو نہ حیرت سے یوں تکیو!

ہم کرب سے گزرے ہیں کرامات سے پہلے"

☆......☆......☆

ثمروز تیار ہو کر آفس جانے لگا تو آبش نے جلدی سے اسے روکا۔

"کیا بات ہے ثمروز میں صبح سے دیکھ رہی ہوں آپ کچھ الجھے ہوئے لگ رہے ہیں۔مجھے بتائیں کیا ہوا ہے؟" آبش نے اسے بازو سے پکڑتے ہوئے پوچھا۔

"میرے بارے میں جاننے کے بعد۔۔۔۔مجھے چھوڑ۔۔۔۔"

"کبھی بھی نہیں" آبش اس کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے بولی۔اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنے پاؤں اونچے کر کے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تو ثمروز کو یوں لگا جیسے اس کی روح تک سکون پہنچ گیا ہو۔

"میں آپ کو کبھی نہیں چھوڑ کر جاؤں گی۔۔۔۔اور میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہوتے ہیں آپ کبھی مت سمجھئے گا کہ آپ کی بیوی آپ کو کسی دوسرے کے سامنے بے آبرو کرے گی چاہے وہ میری فیملی ہی کیوں نہ ہو۔

یہ ہمارا راز ہے اور ہمارے درمیان ہی رہے گا"

آبش نے کہا تو اس نے آبش کو خود سے لگایا اور اس کے سر پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔

"ثمروز آپ کی ماما۔۔۔" اس نے فقرہ ادھورا چھوڑ دیا لیکن ثمروز سمجھ چکا تھا وہ کیا پوچھنا چاہ رہی ہے۔

"جس دن مجھے ملا تھا اس سے اگلے دن ان کی روڈ ایکسیڈنٹ میں ڈیتھ ہو چکی تھی" ثمروز نے جواب دیا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آئی لو یو"

"آئی لو یو ٹو" ثمروز نے کہا تو آبش نے سرگوشی کی۔ ثمروز نے بے یقینی سے اسے دیکھا کیونکہ اس نے کبھی بھی جواب میں اسے کچھ نہیں کہا تھا۔

"اللہ نے مجھے اس تکلیف کے بدلے میں تمہیں تحفے کے طور پر دیا ہے۔ میں خوش قسمت ہوں"

ثمروز نے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"دل میں تیری محبتیں آباد

تجھ سے پہلے نہ تیرے بعد کوئی"

☆......☆......☆

دو سال بعد

یہ منظر لاہور ایئر پورٹ کا تھا جہاں ایک لڑکا سامان کی ٹرالی گھسیٹتے ہوئے اور اس کے ساتھ لڑکی ایک بچے کو اٹھائے باہر نکلتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ ایک خوبصورت اور مکمل فیملی تھی۔ کچھ ہی دیر بعد وہ گاڑی میں بیٹھے نظر آئے جو لاہور کی سڑکوں پر رواں دواں تھی۔ ایک گھر کے سامنے گاڑی نے ہارن دیا تو چوکیدار نے مستعدی سے گیٹ کھول دیا۔ گاڑی اندر داخل ہوئی۔

"ہادی۔۔۔۔۔۔بے بی گیٹ اپ گھر آ گیا ہے" آبش نے اپنے بیٹے سے کہا جو بالکل ثمروز کا پرتو تھا۔

وہ گاڑی سے نیچے اتری اور اندر کی جانب چل دی جبکہ ثمروز نے سامان نکال کر نوکر کو دیا جو اندر لے گیا۔ وہ بھی اندر کی طرف بڑھا۔ شادی کے چھ ماہ بعد انہیں آبش کے پریگنٹ ہونے کی خوش خبری ملی تھی۔ اور جب ان کا بیٹا ہوا تو ثمروز کا بس نہیں چل رہا تھا وہ کیا کر ڈالے۔ وہ اپنے بیٹے کے معاملے میں بہت حساس واقع ہوا تھا۔ اب جب وہ ڈیڑھ سال کا ہو گیا تھا تو ثمروز نے ایک دن آبش سے پاکستان شفٹ ہونے کی بات کی جو کہ آبش نے مان لی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ثمروز ہادی کے لئے بہت پچّی تھا۔ ثمروز نہیں چاہتا تھا کہ اس کے بیٹے پر مغرب کا اثر پڑے۔ اس لئے وہ لوگ آج پاکستان پہنچے تھے۔ ثمروز اپنا تمام بزنس پہلے ہی شفٹ کر چکا تھا۔

"آبش میں قبرستان جا رہا ہوں تھوڑی دیر تک آ جاؤں گا" ثمروز نے اندر داخل ہوتے ہوئے اسے اطلاع

دی تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

کچھ ہی دیر میں اس کی گاڑی سڑک پر رواں دواں تھی۔اس کی زندگی میں ایک ٹھہراؤ آ گیا تھا۔آبش نے اسے نماز کا عادی بنا دیا تھا۔نماز پڑھنے سے اس کی رہی سہی بے سکونی بھی جاتی رہی تھی۔ صحیح ہی تو کہا گیا ہے کہ اللہ کی یاد میں دلوں کا سکون ہے۔اس نے قبرستان کے باہر گاڑی روکی۔اپنے ڈیڈی کی قبر پر پھول چڑھائے اور فاتحہ خوانی کی۔وہ وہیں بیٹھ گیا۔

" کیا بولوں۔۔۔۔۔۔۔یہ کہ آپ کا بیٹا آپ کے جانے کے بعد ٹھوکریں کھاتا رہا۔۔۔۔۔۔یا یہ کہ میں نے اپنے بیٹے کو ایک اور ثمروز بننے سے بچا لیا۔۔۔۔۔۔میں نے آپ کو کھویا تو ٹھوکروں کی زد میں آ گیا۔۔۔۔۔ٹھوکریں کھائیں لیکن ہمت نہیں ہاری خود کو گرنے نہیں دیا۔۔۔۔۔اور کامیابیوں کی بلندیوں کو چھوا لیکن میری زندگی میں سکون نہیں تھا۔۔۔۔۔۔آبش کو پایا تو زندگی کی خوشیوں سے واقف ہوا۔۔۔۔۔۔زندگی کو جینا سیکھا۔۔۔۔۔۔محبت کرنا سیکھی۔۔۔۔۔بہر حال آپ کے بیٹے کی زندگی میں اب ٹھہراؤ آ چکا ہے۔اب تو میں یہیں پر شفٹ ہو چکا ہوں۔آپ سے ملنے آتا رہوں گا"

وہ کھڑا ہوا اور باہر کی جانب چل پڑا۔اس کے پیچھے سورج کی روشنی کو شام آہستہ آہستہ نگل رہی تھی۔بے شک انسان نہ کچھ نس کر سکتا ہے اور نہ ہی کچھ رو کر سکتا ہے وہ جب بھی کچھ سیکھتا ہے یا تو کسی کا ہو کر سیکھتا ہے یا پھر کسی کو کھو کر سیکھتا ہے۔

۞......ختم شد......۞